ایمان خالص

دوسری قسط

ہرچہ کرد آں آشنا کرد

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ:

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون: 2850510 - 2854484

www.emanekhalis.com

فہرست

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

امّابعد: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج اس ملت کے اندر عقیدہ کا مسئلہ علماء کے دو گروہوں کے درمیان اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ایک گروہ کہتا ہے کہ ''روح'' نکل جانے کے بعد سوال و جواب کے وقت قبر کے اندر مردہ جسم میں واپس آ جاتی ہے اور اس طرح مرنے والا قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے، آوازوں کو سنتا اور زائرین کو پہچانتا ہے، ان کی آمد سے خوش ہوتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے اور ان کے لیے دعائیں کرتا ہے۔بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ اپنے گھر والوں کے اعمال سے باخبر بھی رکھا جاتا ہے؛ ان کے اچھے کاموں پر مسرور ہو کر اللہ سے ان کے لیے استقامت اور برے کاموں پر ان کے لیے ہدایت کی دعا کرتا ہے۔علماء کا یہ ''گروہ عظیم'' اپنی اس بات کے ثبوت کے لیے بہت سی روایتیں پیش کرتا ہے جن میں اس کی سب سے مضبوط روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِیُّ الْجُعْفِیُّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِیْ عَنْ اَوْسِ بْنُ اَبِیْ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ فِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةِ وَفِيْهِ الصَّعِقَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ صَلَا تُكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلَا تُنَا وَقَدْ اُرَمْتَ يَعْنِیْ وَقَدْ بَلَيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَواتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

(مسند احمد: جلد ۴، صفحہ ۸/ ابو دائود: جلد ۱، صفحہ ۱۵۰/ نسائی: جلد ۱، صفحہ ۱۵۴)

......امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ ہم سے روایت بیان کی حسین بن علی الجعفی نے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی سے اور انہوں نے اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ سے؛ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے کیونکہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی روز ان کی وفات ہوئی اور اسی روز ''النفخة'' اور ''الصعقة'' ہوگا۔پس اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو؛ حقیقی بات یہ ہے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمارا درود اس

وقت کیسے پیش کیا جائے گا جب آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہوگیا ہوگا یعنی وفات کے بعد بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

اس روایت کے پیش کرنے کے بعد یہ علماء کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے کیونکہ حسین بن علی الجعفی، عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور ابوالاشعث الصنعانی ثقہ راوی ہیں؛ اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ کا پوچھنا ہی کیا، وہ تو صحابی ہیں؛ ثابت ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ''روح'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک میں واپس آ گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر سے حیات مل گئی ہے ورنہ درود کے پیش کیے جانے کا مقصد فوت ہو جائے گا......

اس طرح سے یہ روایت تین باتوں کو واضح طور پر بیان کرتی ہے:

(۱) جسد مبارک کا اپنی دنیاوی حالت پر برقرار رہنا؛

(۲) روح کا واپس آ جانا اور قیامت تک کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا؛

(۳) درود کے اعمال کا پیش کیا جانا خاص طور پر جمعہ کے دن

اور اعمال کے پیش کیے جانے سے کوئی فائدہ نہیں اگر حیات اور شعور نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ ''علماء'' کے اس گروہ میں سلف کے بڑے بڑے ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، وغیرہ شامل ہیں۔

دوسرا گروہ علماء جو موت کے بعد قیامت سے پہلے دنیاوی حیات اور سماع کا انکاری ہے، کہتا ہے کہ یہ روایت نہ تو قرآن کے ارشادات کے مطابق ہی ہے اور نہ صحیح حدیث کے؛ خود یہ روایت بھی صحیح نہیں بلکہ منکر روایت ہے؛ قرآن میں اللہ تعالیٰ ہر جگہ یہی فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی فرد بشر میں جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی؛ اس میں یہ شعور کہاں کہ دُنیا والوں کی باتوں کا ادراک کر سکے؟ اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے وہ قرآن کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (النحل: ۲۰،۲۱)

'' اور اللہ کے علاوہ، وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی) کے لیے پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے۔انہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے''

اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا......اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق تک باقی نہیں رہتی پھر حیات، سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا؟ کتنے انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارا گیا ہے۔اگر انبیاء علیہم السلام

کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی!

قرآن کی ان آیات کے مقابلہ میں ایک ایسی روایت کو پیش کرنا جو ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے، مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس روایت کو جو ایک ''عظیم گروہ علماء'' نے صحیح سمجھ لیا، وہ دراصل اس کے ظاہر سے دھوکہ کھا گئے۔ وہ یہ سمجھے کہ حسین بن علی الجعفی نے جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کا نام لیا ہے وہ درست ہے اور چونکہ یہ راوی ثقہ ہے اس لیے حدیث بھی صحیح ہے۔ بھلا ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہ انہوں نے سب سے پہلے خبردار کیا کہ قرآن کے خلاف بیان کی جانے والی اس روایت میں ثقہ راوی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے جو منکر الحدیث ہے؛ حسین بن علی الجعفی سے بھول ہوگئی ہے اور وہ عبدالرحمٰن کے دادا کا نام ''تمیم'' کے بجائے ''جابر'' بیان کر گئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے بیان کے لیے اپنی ''التاریخ الکبیر'' میں حسب ذیل مضمون لائے ہیں:

عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدٍ بْنُ تَمِیْمِ السَّلَمِیُّ الشَّامِیُّ عَنْ مَکْحُوْلٍ، سَمِعَ مِنْهُ الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عِنْدَهٗ مَنَاکِیْرُ، وَّیُقَالُ هُوَالَّذِیْ رَوَی عَنْهُ اَهْلُ الْکُوْفَةِ اَبُوْاُسَامَةَ وَ حُسَیْنٌ فَقَالُوْا: عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدِبْنِ جَابِرٍ (التاریخ الکبیر:جلد۳، صفحہ ۳۶۵)

''عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی نے مکحول سے روایت کی ہے اور اس سے سنا الولید بن مسلم نے کہ اس کی روایتوں میں منکر روایتیں پائی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس سے اہل کوفہ ابواسامہ اور حسین (ابن علی الجعفی) نے روایتیں بیان کی ہیں اور اس کا نام عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم لینے کے بجائے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہہ گئے ہیں۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی رجال کی دوسری کتاب ''التاریخ الصغیر'' میں اس بات کو یوں لائے ہیں:

قَالَ الْوَلِیْدُ کَانَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ کِتَابٌ سَمِعَهٗ وَکِتَابٌ اٰخَرُلَّمْ یَسْمَعْهُ وَاَمَّااَهْلُ الْکُوْفَةَ فَرَوَوْاعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدٍ بْنِ جَابِرٍوَّهُوَ ابْنُ یَزِیْدٍ بْنِ تَمِیْمٍ لَّیْسَ بِابْنِ جَابِرٍوَّابْنُ تَمِیْمٍ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ (التاریخ الصغیر:صفحہ ۱۷۵)

''الولید نے کہا کہ عبدالرحمٰن (بن یزید بن جابر) کی ایک کتاب تھی جس کو انہوں نے سن کر لکھا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کی روایتوں کو انہوں نے خود نہیں سنا تھا۔ لیکن اہل کوفہ (ابواسامہ اور حسین بن علی الجعفی) نے اپنی روایتوں میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہا ہے حالانکہ جس سے انہوں نے سن کر روایتیں کی ہیں وہ (عبدالرحمٰن) ابن یزید بن تمیم تھا، ابن جابر نہیں تھا اور ابن تمیم والا عبدالرحمٰن منکر الحدیث ہے۔''

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حسین بن علی الجعفی کے ساتھی ابواسامہ (حماد بن اسامہ)

نے دیدہ و دانستہ تغافل برتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ جس سے وہ روایت کررہا ہے وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے:

قَالَ يَعْقُوْبُ وَ كَاَنِّىْ رَاَيْتُ ابْنَ نُمَيْرٍ يَتَّهِمُ اَبَا اُسَامَةَ اَنَّهٗ عَلِمَ ذَالِكَ وَ تَغَافَلَ

(تہذیب التہذیب: جلد ۲، صفحات ۲۹۵-۲۹۶، ترجمہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم)

یہی ابو اسامہ وہ راوی ہے جس سے امام احمد نے **حَدَّثَنَا** (یعنی اس نے ہم سے حدیث بیان کی) کہہ کر یہ روایت بیان کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جب سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے، اس وقت سے عائشہ رضی اللہ عنہا پوری طرح سر ڈھانپ کر جایا کرتی تھیں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ جوان کے محرم نہ تھے، ان سے انہیں شرم آتی تھی۔ اس روایت کو بھی حیات فی القبر کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہر چند کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہوشیار کردیا کہ حسین بن علی الجعفی کی اس بھول نے منکر روایت کو صحیح بنا دیا ہے، مگر لوگوں کی طرف سے اس بات کو قبولیت کا شرف عطا نہ کیا گیا! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منکر الحدیث کی روایت کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ منکر الحدیث کی روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے:

قَالَ الذَّهَبِيُّ : قَالَ الْبُخَارِيُّ : مَنْ قُلْتُ فِيْهِ مُنْكَرَ الْحَدِيْثِ فَلَا تَحِلُّ رِوَايَةَ حَدِيْثِهٖ

(سلسلۃالاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃلناصرالدین الالبانی: صفحہ ۲۱۷)

''الذہبی کہتے ہیں کہ بخاری کا قول ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہوں کہ وہ منکر الحدیث ہے، اس کی روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے''

بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کردیا کہ

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

''اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے''

والی روایت صحیح نہیں بلکہ منکر روایت ہے اور منکر روایت کا بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ یہی بات امام رازی نے اپنی کتاب ''علل الحدیث'' میں لکھی ہے:

سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ لَا اَعْلَمُ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ يُحَدِّثُ عَنْهُ وَالَّذِىْ عِنْدِىْ اَنَّ الَّذِىْ يَرْوِىْ عَنْهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَ حُسَيْنُ الْجُعْفِىُّ وَاحِدٌ وَّهُوَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدِ بْنِ تَمِيْمٍ لِاَنَّ اَبَا اُسَامَةَ رَوٰى عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدٍ عَنِ الْقُسْمِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ خَمْسَةَ اَحَادِيْثَ اَوْسِتَّةَ اَحَادِيْثَ مُنْكَرَةً لَّا يُحْتَمَلُ اَنْ يُّحَدِّثَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اِبْنُ يَزِيْدِ بْنِ جَابِرٍ مِّثْلُهٗ وَلَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ رَوٰى عَنِ ابْنِ جَابِرٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ شَيْئًا . وَاَمَّا حُسَيْنُ الْجُعْفِىُّ فَاِنَّهٗ رَوٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِى الْاَشْعَثِ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ اَنَّهٗ قَالَ اَفْضَلُ الْاَیَّامِ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ الصّٰعِقَةُ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَ فِیْهِ كَذَا، وَ هُوَ حَدِیْثٌ مُّنْكَرٌ لَّا اَعْلَمُ اَحَدًا رَوَاهُ غَیْرَ حُسَیْنِ الْجُعْفِیُّ . وَاَمَّا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدِ بْنِ تَمِیْمٍ فَهُوَ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدِ بْنِ جَابِرٍ ثِقَةٌ (علل الحدیث: جلد ۱، صفحه ۱۹۷)

''عبدالرحمٰن رازی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے کسی عراقی نے حدیث روایت کی ہے اور میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ابو اسامہ اور حسین الجعفی (کوفی، عراقی) نے جس سے روایت کی ہے وہ ایک ہی شخص عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے کیونکہ ابو اسامہ نے عبدالرحمٰن بن یزید عن القسم عن ابی ا مامة کی سند سے پانچ یا چھ منکر روایتیں بیان کی ہیں جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر جیسا (ثقہ) راوی بیان ہی نہیں کرسکتا۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے کسی شامی راوی نے ان منکر روایات میں سے کچھ بھی بیان کیا ہے۔ اور یہ جو حسین بن علی الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی سے اور انہوں نے اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے جمعہ کے بارے میں یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اور اسی روز صاعقہ اور نفخہ، اور یہ اور یہ ہوگا؛ یہ روایت منکر ہے۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ حسین الجعفی کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ رہا عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم تو وہ ضعیف الحدیث ہے اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ثقہ ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر بات کو رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کھول کر بیان کر دیا اور ساتھ ساتھ کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں یہی بات یوں لائے:

فَالَّذِیْ یُحَدِّثُ عَنْهُ اَبُوْ اُسَامَةَ لَیْسَ هُوَ اِبْنُ جَابِرٍ ، هُوَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدِ بْنِ تَمِیْمٍ . نَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَ سَأَلْتُ اَبِیْ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدِ بْنِ تَمِیْمٍ فَقَالَ: عِنْدَهٗ مَنَاكِیْرِ ،یُقَالُ هُوَ الَّذِیْ رَوَی عَنْهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَ حُسَیْنُ الْجُعْفِیُّ وَقَالَا (۵) هُوَ [اِبْنُ – ۶] یَزِیْدُ بْنُ جَابِرٍ وَّ غَلَطَا فِیْ نَسَبِهٖ ، وَ یَزِیْدُ بْنُ تَمِیْمٍ ، اَصَحُّ وَهُوَ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ. ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدِ بْنِ تَمِیْمٍ فَقَالَ :ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ (کتاب الجرح والتعدیل:جلد۵، صفحات ۳۰۰-۳۰۱)

پس وہ راوی جس سے ابو اسامہ نے روایت کی تھی ابن جابر (عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر) نہیں بلکہ وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی بہت سی منکر روایات ہیں؛ کہا جاتا ہے کہ وہی وہ راوی ہیں جس سے ابو اسامہ اور حسین الجعفی نے روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں یہ کہہ گئے کہ وہ

ابن یزید بن جابر ہے؛ ان دونوں نے اس (عبدالرحمٰن) کے نسب میں غلطی کی ؛ (یزید ابن جابر کے بجائے) یزید بن تمیم زیادہ صحیح ہے اور وہ (ابن تمیم) ضعیف الحدیث ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے ابوزرعۃ سے عبدالرحمن بن یزید بن تمیم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے ضعیف الحدیث کہا۔

رہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو انھوں نے صرف یہی نہیں کہ اس روایت کو ''منکر'' ثابت کیا ہے بلکہ اس روایت سے جو نتائج نکالے جا سکتے ہیں، ان سب کا صحیح احادیث کے ذریعے مقابلہ کیا ہے: مثلاً اس روایت سے انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ شہید اُحد، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے جسم بالترتیب چھ ۶ مہینے اور تریسٹھ ۶۳ سال کے بعد صحیح و سالم پائے گئے اور دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھا، لیکن ان میں حیات کا شائبہ تک نہ تھا، ورنہ وہ دوبارہ دفن نہ کیے جاتے:

عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کا جسم

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنا بِشَرَ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطا عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَ عَانِيْ اَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِيْ اِلَّا مَقْتُوْلاً فِيْ اَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَاِنِّيْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِيْ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَا قْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخْوَاتِكَ خَيْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِيْلٌ وَّ دَفَنْتُ مَعَهُ اٰخرَفِيْ قَبْرِهٖ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ اَنْ اَتْرُكَ مَعَ اٰخرَفَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةَ غَيْرَ اُذُنِهٖ

(صحیح بخاری: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحه ۱۸۰، مطبوعه دهلی)

جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ اُحد کا موقع آیا تو میرے باپ (عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ) نے مجھے رات اپنے پاس بلایا اور کہا کہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں نبی ﷺ کے ان صحابیوں میں شامل ہوں گا جو سب سے پہلے شہید ہوں گے اور نبی ﷺ کے بعد تم ہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو جس کو میں پیچھے چھوڑوں گا: مجھ پر قرض ہے، اس کو ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔ پھر ہم نے صبح کی اور وہ پہلے شہید تھے۔ ان کے ساتھ ایک اور صاحب کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا لیکن مجھ کو اچھا نہ لگا کہ وہ ایک قبر میں دوسرے کے ساتھ دفن رہیں۔ میں نے انہیں چھ مہینے بعد اس قبر سے نکالا (اور دوسری جگہ دفن کیا)۔ میں نے دیکھا کہ وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے انہیں دفن کیا گیا؛ صرف ایک کان میں معمولی سا تغیر آیا تھا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جسم

حَدَّثَنا فَرْوَةٌ ، قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ

عَلَيۡهِمُ الۡحَائِطُ فِیۡ زَمَانِ الۡوَلِيۡدِ بۡنِ عَبۡدِالۡمَلِکِ اَخَذُوۡا فِیۡ بِنَائِهٖ فَبَدَتۡ لَهُمۡ قَدَمٌ فَفَزِعُوۡا وَظَنُّوۡا اَنَّهَا قَدَمُ النَّبِیِّ ﷺ فَمَا وَجَدُوۡا اَحَدًا يَّعۡلَمُ ذٰلِکَ حَتّٰی قَالَ لَهُمۡ عُرۡوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَاهِیَ قَدَمُ النَّبِیِّ ﷺ مَا هِیَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ

(صحیح بخاری :کتاب الجنائز،جلد ۱، صفحہ ۱۸۶)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانہ (۸۷ھ) میں (حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کی دیوار گر گئی اور اس کی تعمیر شروع کی گئی تو ایک پیر کھل گیا اور لوگوں پر خوف طاری ہو گیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ نبی ﷺ کا پیر ہے۔ کوئی عالم ایسا نہ مل سکا جو اس پیر کے بارے میں انہیں صحیح رائے دے سکتا یہاں تک کہ عروۃ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم! یہ نبی ﷺ کا پیر نہیں ہے بلکہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کا پیر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ثابت کیا کہ جب انبیاء علیہم السلام کے علاوہ غیر انبیاء کے جسم بھی صحیح وسالم ملے ہیں تو اس بات کو انبیاء علیہم السلام کے جسموں کی خصوصیت بتانا درست نہیں۔ بات اتنی ہی نہیں کہ یہ منکر روایت صرف جسم کی حفاظت کا ادّعا کرتی ہے بلکہ یہ تو اسی جسم میں روح کے لوٹائے جانے کے بعد حیات دنیوی پر اصرار کر کے نبی ﷺ کو قبر کے اندر زندہ کر دکھاتی ہے! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے ردّ کے لیے حسب ذیل حدیث لا کر ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر زندہ ہیں۔ اس طویل حدیث کا آخری حصہ یہ ہے:

قُلۡتُ طَوَّفۡتُمَانِی اللَّيۡلَةَ فَاَخۡبِرَانِی عَمَّا رَأَيۡتُ قَالَا نَعَمۡ اَمَّا الَّذِی رَاَيۡتَهٗ يُشَقُّ شِدۡقُهٗ فَكَذَّابٌ يُّحَدِّثُ بِالۡكَذِبَةِ فَتُحۡمَلُ عَنۡهُ حَتّٰی تَبۡلُغَ الۡاٰفَاقَ فَيُصۡنَعُ بِهٖ اِلٰی يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ وَالَّذِیۡ رَأَيۡتَهٗ يُشۡدَخُ رَاۡسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الۡقُرۡاٰنَ فَنَامَ عَنۡهُ بِاللَّيۡلِ وَلَمۡ يَعۡمَلۡ فِيۡهِ بِالنَّهَارِ يُفۡعَلُ بِهٖ اِلٰی يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ وَالَّذِیۡ رَأَيۡتَهٗ فِی النَّقۡبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِیۡ رَأَيۡتَهٗ فِی النَّهۡرِ اٰكِلُوا الرِّبٰوا وَالشَّيۡخُ الَّذِیۡ فِیۡ اَصۡلِ الشَّجَرَةِ اِبۡرٰهِيۡمُ وَالصِّبۡيَانُ حَوۡلَهٗ فَاَوۡلَادُ النَّاسِ وَالَّذِی يُوۡقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الۡاُوۡلٰی الَّتِیۡ دَخَلۡتَ دَارُعَامَّةِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ وَاَنَا جِبۡرَئِيۡلُ وَّ هٰذَا مِيۡكَائِيۡلُ فَارۡفَعۡ رَاۡسَكَ فَرَفَعۡتُ رَاۡسِیۡ فَاِذَا فَوۡقِیۡ مِثۡلُ السَّحَابِ قَالَا ذَالِکَ مَنۡزِلُكَ قُلۡتُ دَعَانِیۡ أَدۡخُلۡ مَنۡزِلِیۡ قَالَا اِنَّهٗ بَقِیَ لَکَ عُمُرٌ لَّمۡ تَسۡتَكۡمِلۡهُ فَلَوِ اسۡتَكۡمَلۡتَ اَتَيۡتَ مَنۡزِلَكَ

(صحیح بخاری:کتاب الجنائز،جلد ۱، صفحہ ۱۸۵)

...... (نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ اب

بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا، بہتر: وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں، وہ کذاب تھا؛ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہو جاتا تھا، تو اس کے ساتھ جو آپ ﷺ نے ہوتے دیکھا ہے، وہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا، یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ اور جن کو آپ ﷺ نے نقب میں دیکھا تھا، وہ زناکار تھے اور جس کو آپ ﷺ نے دریا میں دیکھا، وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جوان کے اردگرد تھے، وہ انسانوں کی اولاد تھے۔ اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے، اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے، وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں؛ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھایئے۔ میں (یعنی نبی ﷺ) نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ و کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے، اگر آپ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔

اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دکھایا کہ وفات کے بعد نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ والی قبر میں نہیں، بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ حدیث کے اس آخری جملہ کی تشریح ابن حجر عسقلانی، مصنف فتح الباری، نے مناسب نہ سمجھی۔ اسی طرح شہداء بدر واُحد اور بئر معونہ والے، اللہ کی کتاب کے بموجب جنت الفردوس میں اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق بھی عطا کیا جا رہا ہے۔ ثبوت میں حسب ذیل حدیث لائے:

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا ...... حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعٰوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَساً يَّقُوْلُ اُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَ هُوَ غُلَامٌ فَجَآءَ تْ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْعَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّیْ فَاِنْ يَّكُ فِی الْجَنَّةِ اَصْبِرْ وَ اَحْتَسِبْ وَاِنْ تَكُ الْاُخْرٰى تَرٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ اَوَهُبِلْتِ اَوَجَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِیَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ وَّاِنَّهٗ فِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ (صحیح بخاری:کتاب المغازی،جلد۲،صفحہ۵۶۷)

باب غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت:......حُمید کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہ (ابن سراقہ) رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوجوان ہی تھے۔ ان کی ماں نبی ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لیے کیا تھا! اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی اور ثواب جان کر؛ اور اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپ ﷺ

دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں! نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ جنت ایک ہی ہے؟ جنتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہ رضی اللہ عنہ) تو جنت الفردوس میں ہے۔

اب نبی ﷺ، شہداء اور سارے انسان اگر روح کے پلٹ آنے کے بعد اپنی اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنت میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ رہی یہ بات کہ جنتوں میں زندگی کس جسم کے ساتھ ہے؟ تو اس کی تفصیل امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِىْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ وَّ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ وَ اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْنَا عَبْدَاللهِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّا قَدْسَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْوَحُهُمْ فِىْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَّهَا قَنَادِيْلُ مُّعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَآءَ تْ ثُمَّ تَاْوِىْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَىَّ شَىْءٍ نَشْتَهِىْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُّتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يُسْاَلُوْا قَالُوْا يَارَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِىْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِىْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرىٰ فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا (مسلم:کتاب الامارۃ)

......مسروق نے کہا: ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کی اس آیت: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز اڑنے والے قالبوں میں ہیں اور ان کے لیے قندیلیں عرش الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں؛ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتے ہیں؛ ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے؟ شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں، مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کیے جائیں۔ اب کے مالک نے دیکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں:

☆ شہید کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے، جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش وخرم رہتا ہے؛

☆ شہید کا مالک اپنے عرش کے اوپر سے اس پر التفاتِ خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی۔ مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر اس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے، تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اِس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضا کیا تھا؛

☆ شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی۔

بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں سے کیا یہ نہیں نکلتا کہ نبی ﷺ جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر سارے شہیدوں سے کہیں بلند وبالا بہترین برزخی جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور شہدا بھی نئے جسموں کے ساتھ جنت میں خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔ آخر نبی ﷺ کے لیے حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی قبر میں زندگی پر اصرار کیوں ہے؟

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بات کی مزید تاکید کے لیے نبی ﷺ کی آخری دعا یوں لائے ہیں:

بَـابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ ﷺ اَلـلّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی: حَـدَّثَـنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَـدَّثَنِیْ للَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنْ بْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ فِیْ رِجَالٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَـقُـوْلُ وَ ھُوَ صَحِیْحٌ اِنَّہٗ لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یُرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُخَیَّرُ فَـلَمَّا نُزِلَ بِہٖ وَرَاْسُہٗ عَلٰی فَخِذِیْ غُشِیَ عَلَیْہِ سَاعَۃً ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَہٗ اِلَی السَّـقْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی قُلْتُ اِذًا لَّا یَخْتَارُنَا وَ عَلِمْتُ اَنَّہُ الْحَدِیْثُ الَّـذِیْ کَـانَ یُـحَـدِّثُـنَـا وَ ھُـوَ صَحِیْحٌ قَالَتْ فَکَانَتْ تِلْکَ اٰخِرُ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَ بِھَا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (صحیح بخاری: کتاب الدعوات، جلد ۲، صفحہ ۹۳۹)

باب نبی ﷺ کی دعا: ......سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اور عروۃ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دیے جانے کے بعد اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ ﷺ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ ﷺ کا سر میرے زانو پر تھا، آپ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لیے غش آ گیا۔ پھر آپ ﷺ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا: اَلـلّٰھُـمَّ الـرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (اے مالک! رفیق اعلیٰ) پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد اب آپ ﷺ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی، یہی کلمہ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى تھا۔

ان ساری صحیح حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے۔ قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے ''حضرات'' اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں، ہر مرنے والے کی روح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے اگر کہا جائے کہ مردے کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو دونوں کانوں کے درمیان گرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب و راحت کا دور کس پر اور کس طرح گزرے گا؟ تو اللہ کی قدرت اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ کا سہارا لیا جاتا ہے! سبحان اللہ۔ اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے، لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے، اس کو نظر انداز کر دینا بھی تو ٹھیک نہیں۔

ان سارے دلائل کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نبی ﷺ کی قبر میں حیات کا اثبات کرنے والی صریح روایتیں مذہب جعفریہ میں ضرور موجود ہیں اور عجب نہیں کہ وہیں سے آ کر یہ احادیث کی کتابوں میں بار پا گئی ہوں! مثلاً روایت:

﴿باب﴾

۞(اَلنَّهِیُّ عَنِ الْاِشْرَافِ عَلٰى قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ)۞

۱- عِدَّةٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا، عَنْ اَحْمَدَ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَرْقِیُّ، عَنْ جَعْفَرَ بْنُ الْمُثَنَّى الْخَطِيْبِ قَالَ: كُنْتُ بِالْمَدِيْنَةِ وَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ يُشْرِفُ عَلَى الْقَبْرِ قَدْسَقَطَ وَالْفَعْلَةُ يَصْعُدُوْنَ وَ يَنْزِلُوْنَ وَنَحْنُ جَمَاعَةٌ ،فَقُلْتُ لِاَ صْحَابِنَا مَنْ مِنْكُمْ لَهُ مَوْعِدٌ يَّدْخُلُ عَلٰى اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عليه السلام اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ مِهْرَانُ بْنُ اَبِیْ نَصْرٍ اَنَاوَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَمَّارِ الصَّيْرَفِیُّ اَنَا ،فَقُلْنَا لَهُمَا :سَلَاهُ لَنا عَنِ الصَّعُوْدِ لِنَشْرِفُ عَلٰى قَبْرِالنَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيْنَا هُمَا، فَاجْتَمِعْنَا جَمِيْعاً، فَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ :قَدْسَاَلْنَا لَكُمْ عَمَّا ذَكَرْتُمْ ،فَقَالَ :ما اُحِبُّ لِاَحدٍ مِّنْهُمْ اَنْ يَّعْلُوْ فَوْقَهُ وَلَا آمِنَةٌ اَنْ يَّرٰى شَيْئاً يُذْهَبُ مِنْهُ بَصُرُهُ اَوْ يَرَا قَائِمًا يُّصَلِّیْ اَوْيَرَا مَعَ بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ ﷺ (اصول کافی مصنفه کلینی:کتاب الحجة، جلد ا،صفحه ۴۵۲)

باب نبی ﷺ کی قبر کے اوپر چڑھ کر جھانکنے سے منع کیا جانا: ......جعفر بن المثنیٰ الخطیب فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا جب نبی ﷺ کی قبر کے اوپر والی چھت گرگئی۔ چھت پر کام کرنے والے چڑھ اتر رہے تھے اور ہم لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ پس میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کون ہے جو آج رات ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر نے کہا کہ میں، اور اسماعیل بن عمار الصیر فی نے کہا کہ میں۔ پس ہم لوگوں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ ان (امام جعفر صادق) سے دریافت کیجیے کہ ہمارے لیے اوپر چڑھ کر نبی ﷺ کی قبر پر جھانکنا کیسا ہے؟ دوسرے روز جب ہم لوگوں نے ان دو ''حضرات'' سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ جماعت کی شکل میں بیٹھے تو اسماعیل نے کہا ہم نے ''حضرت'' سے اس بات کے بارے میں پوچھ لیا جس کا آپ لوگوں نے ذکر کیا تھا؛ امام نے ارشاد فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ ان لوگوں میں سے کوئی اوپر چڑھے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسی چیز پر اس کی نظر نہ پڑ جائے جو اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے: ہوسکتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھے یا آپ ﷺ کو اپنی بعض ازواج کے ساتھ پائے۔

''حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الْاَرْضِ......'' کی اس روایت میں، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ منکر گردانتے ہیں، ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ''درود'' کے اعمال جمعہ کے دن نبی ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اس کے بارے میں بھی یہی گروہ جو نبی ﷺ کو قبر میں زندہ نہیں مانتا، کہتا ہے کہ قرآن میں تو ہر جگہ ایک ہی بات آئی ہے اور وہ یہ کہ سارے کے سارے اعمال، چاہے وہ کسی انداز کے کیوں نہ ہوں، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور قرآن نے ہر مقام پر حصر کے ساتھ بغیر کسی استثناء کے اس بات کو بیان کیا ہے:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود: ۱۲۳)

''آسمانوں اور زمین میں جو بھی کچھ چھپا ہوا ہے وہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر معاملہ اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے؛ پس اے نبی ﷺ! اسی کی بندگی کیجیے اور اسی پر بھروسا رکھیے۔ جو کچھ تم کرر ہے ہو۔ تیرا رب اس سے بے خبر نہیں''

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (شوریٰ: ۵۳)

''خبردار ہو سارے معاملات اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں''

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

(البقرۃ:۲۱۰، آل عمران:۱۰۹، الانفال:۴۴، الحج:۷۶، فاطر:۴، الحدید:۵)

''اور صرف اللہ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں''

عجیب بات ہے کہ سارے اعمال کے پہنچنے کی جگہ تو ذات الٰہی ٹھہرے، مگر وہ ''درود'' جس کی ابتدا ہی اللہ کی طرف خطاب سے کی جارہی ہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ......، اس کا رخ اللہ کے بجائے نبی ﷺ کی طرف موڑ دیا جائے! آخر یہ دعا کا بھٹکاؤ نہیں تو اور کیا ہے؟ بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کا بھی تعقب کیا ہے۔ وہ حدیث لاکر ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور صلحاء کے حق میں کی جانے والی دعا، اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوکر شرف قبولیت حاصل کرتی ہے اور اس کا ثواب اللہ کے ہر صالح بندے کو، چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں، پہنچ کے رہتا ہے:

بَابُ التَّشَھُّدِ فِی الْاٰخِرَۃِ :حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِیْقِ بْنُ سَلَمَۃَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ النَّبِیَّ ﷺ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرَئِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰی فَلَانٍ وَّ فَلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْھَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدٍ لِلّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

(صحیح بخاری:کتاب الصلاۃ،جلد ۱، صفحہ ۱۱۵)

......عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی ﷺ کے پیچھے صلوٰۃ ادا کرتے تو کہا کرتے تھے کہ جبرئیل ومیکائیل پر سلام، فلاں اور فلاں پر سلام۔ایک دن نبی ﷺ نے ہماری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سلامتی دینے والا ہے اس لیے تم میں سے جو کوئی بھی صلوٰۃ ادا کرے وہ کہے کہ ساری زبانی عبادتیں، ساری بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ کی سلامتی ہو آپ پر اے نبی اور اس کی برکات اور رحمتیں آپ پر برسیں؛ اللہ کی سلامتی ہو ہم پر اور سارے نیکوکاروں پر۔پس جب تم یہ کہو گے تو یہ کلمہ ہر صالح بندے کو پہنچ جائے گا چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔پھر اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہے۔

اس طرح سے بخاری رحمہ اللہ نے بتادیا کہ درود وسلام کی دعائیں نبی ﷺ پر براہ راست پیش نہیں کی جاتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتی ہیں اور اس کا ثواب ونفع سب کو پہنچ جاتا ہے۔ یہی مطلب ہے اس عبارت کا جس میں درود کا پہنچنا آیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ حدیث لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیر و جمعرات کو دنیا والوں کے سارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور حیات فی القبر کے ماننے والے ''حضرات'' اعمال کے نبی ﷺ پر پیش کیے جانے کا دن جمعہ بتلاتے ہیں۔ اگر اعمال کے پیش کیے جانے کا مقام اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ کے علاوہ کوئی اور جگہ بتائی جائے تو قرآن اور حدیث کے لحاظ سے کیا یہ ظلم عظیم نہ ٹھہرے گا؟ کیا قرآن کی محکم آیات اور صحیح احادیث کے مقابلہ میں ایک منکر روایت کے ذریعے حیات فی القبر اور عرض اعمال کے عقیدے کا اثبات ایک عجیب بات نہیں؟ امام بخاری ؒ کے ہم عقیدہ اس گروہ کے مقابلہ میں امام احمد اور ابن تیمیہ کے عقائد کو صحیح ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ اس دنیاوی قبر میں حیات، اسماع اور عرضِ اعمال کے ثبوت میں ہمارے پاس صرف یہی ایک روایت نہیں ہے، ہمارے حق میں بہت سے دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ روایت بھی تو ہے:

...... **حَتّٰی یَنْتَھُوْا بِھَا اِلَی السَّمَآءِ الدُّنیَا فَیَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَیُفْتَحُ لَھُمْ فَیَشِیْعَهٗ مِنْ کُلِّ سَمَآءٍ مُقَرَّبُوْھَا اِلَی السَّمَآءِ الَّتِیْ تَلِیْھَا حَتّٰی یَنْتَھِیْ بِهٖ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: اُکْتُبُوْا کِتَابَ عَبْدِیْ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَ اُعِیْدُوْهُ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنِّیْ مِنْھَا خَلَقْتُھُمْ وَ فِیْھَا اُعِیْدُھُمْ وَ مِنْھَا اُخْرِجُھُمْ تَارَةً اُخْرٰی قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ فَیَاْتِیْهِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِهٖ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰهُ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ مَاھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عَلَّمَکَ فَیَقُوْلُ قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فِی السَّمَآءِ اِنَّ صَدَقَ عَبْدِیْ فَافْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ اَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ** ......(مسند احمد بن حنبل، جلد۴، صفحہ ۲۸۷)

..... (مومن کی روح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب آسمانِ دنیا تک پہنچتے ہیں تو اس روح کے لیے دروازے کھلواتے ہیں جو کھول دیے جاتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اس آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کے جلوس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کے اعمالنامہ کو علیین میں لکھ دو اور اس کو واپس زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ اس کو میں نے مٹی سے پیدا کیا ہے، مٹی میں لوٹاؤں گا اور پھر مٹی ہی سے اس کو دوسری بار پیدا کروں گا۔ پس اس کی روح اس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے اور فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تم نے کیسے جانا؟ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اس وقت آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا؛ اس کے لیے جنت کے فرش بچھا دو، اور جنت کے لباس اس کو پہنا دو، اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو......

اس روایت کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عقیدہ گروہ کہتا ہے کہ یہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ قرآن کے صریح ارشادات سے ٹکراتی ہے۔قرآن تو فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون: ۱۲تا ۱۶)

''ہم نے انسانوں کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو ایک بوند کی شکل میں محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر اس بوند کو جمے ہوئے خون کی پھٹکی ہم نے بنایا۔ اور اس پھٹکی کو گوشت کے لوتھڑے میں ہم نے تبدیل کیا۔ پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل عطا کر کے ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا اور آخر کار ہم نے اس کو ایک بالکل دوسری مخلوق کی شکل میں وجود بخشا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ **پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے''۔**

معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔تو پھر قیامت سے پہلے مرنے والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہوگیا؟ دراصل قبر میں مردے کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعت جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لے کر براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب کردی ہے۔اس کی سند دیکھیے تو اس کے اندر ضعفاء، مجروحین، متروکین اور شیعہ ملیں گے:

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مِنْهَالِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَاذَانِ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ ...... (مسند احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۲۸۷)

منہال بن عمرو پر جرح

امام رازی اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں لکھتے ہیں:

۱۔ شعبہ نے منہال بن عمرو کو عمداً ترک کر دیا۔ابو محمد کہتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے اُن کے گھر سے گانے کی آواز سنی۔(الجرح والتعدیل: جلد ۴، صفحہ ۳۵۷)

۲۔ الذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ حاکم کا کہنا ہے کہ منہال کی حیثیت یحییٰ بن سعید گراتے تھے۔الجوز جانی نے اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں لکھا ہے کہ وہ بد مذہب تھا۔اسی طرح ابن حزم نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس کی (اسی) قبر کی آزمائش اور سوال و جواب والی روایت کو ناقابل احتجاج ٹھہرایا۔ (میزان الاعتدال: جلد ۴، صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ عیسیٰ البابی الحلبی)

۳۔ ابن معین منہال کی شان کو گراتے تھے۔ الجوز جانی نے کہا کہ وہ بد مذہب ہے ہر چند کہ اس کی روایتیں بہت پھیل گئی ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ یحییٰ القطان اس کی شان گراتے تھے۔ ابوالحسن بن القطان کہا کہ ابو محمد بن حزم اس کو ضعیف گردانتے تھے اور اس کی اس روایت کو جو وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا، ردّ کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۰)

منہال بن عمرو کے استاد زاذان پر جرح

۱۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے الحکم سے کہا کہ آپ زاذان سے کیوں روایت نہیں لیتے؟ انہوں نے کہا کہ وہ باتیں بہت کرتا ہے، اس لیے۔ ابن حبان نے کہا کہ: **کَانَ یُخْطِیُٔ کَثِیْرًا** ''وہ بہت غلطیاں کرتا تھا''۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۳، صفحہ ۳۰۳)

۲۔ ابو احمد الحاکم کہتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک وہ مضبوط نہیں ہے۔ سلمہ بن کہیل نے کہا کہ ابوالبختری کو میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں۔ (میزان الاعتدال: جلد ۲، صفحہ ۶۳)

۳۔ **فِیْهِ شِیْعِیَةٌ** : زاذان میں شیعیت ہے۔ (تقریب التہذیب: صفحہ ۱۰۵)

دراصل اسی شیعیت کا اظہار اس نے اس روایت میں کیا ہے۔ شریعت جعفریہ کی سب سے بڑی کتاب ''کافی'' مصنفہ کلینی کی روایت کا مضمون ملاحظہ فرمایئے:

مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی، عَنْ اَحْمَدَ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عِیْسٰی، عَنِ الْحُسَیْنِ بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَلِیٍّ بْنُ اَبِیْ حَمْزَةَ، عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ علیہ السلام قَالَ: اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اُخْرِجَ مِنْ بَیْتِهٖ شَیَّعَتَهُ الْمَلَائِکَةُ اِلٰی قَبْرِهٖ یَزْدَحِمُوْنَ عَلَیْهِ حَتّٰی اِذَا انْتَهٰی بِهٖ اِلٰی قَبْرِهٖ قَالَتْ لَهُ الْاَرْضُ: مَرْحَبًابِکَ وَاَهْلًا اَمَّا وَاللّٰهِ لَقَدْ کُنْتُ اُحِبُّ اَنْ یَّمْشِیَ عَلَیَّ مِثْلُکَ لَتَرِیْنُ مَا اَصْنَعُ بِکَ فَتُوَسَّعَ لَهُ مَدَّ بَصَرِهٖ وَیَدْخُلُ عَلَیْهِ فِیْ قَبْرِهٖ مَلَکَاالْقَبْرِ وَهُمَا قَعِیْدَا الْقَبْرِ مُنْکَرٌ وَّ نَکِیْرٌ فَیُلْقِیَانِ فِیْهِ الرُّوْحَ اِلٰی حَقْوِیْهِ فَیُقْعِدَانِهٖ وَیَسْأَلَانِهٖ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ: مَنْ رَّبُّکَ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ فَیَقُوْلَانِ: مَادِیْنُکَ، فَیَقُوْلُ: اَلْاِسْلَامُ، فَیَقُوْلَانِ: وَمَنْ نَبِیُّکَ: فَیَقُوْلُ: مَحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم، فَیَقُوْلَانِ: وَمَنْ اِمَامُکَ؟ فَیَقُوْلُ: فُلَانٌ، قَالَ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ: صَدَقَ عَبْدِیْ اَفْرِشُوْالَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ وَ افْتَحُوْا لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ وَالْبِسُوْهُ مِنْ ثِیَابِ الْجَنَّةِ (کافی کلینی: کتاب الجنائز، جلد ۳، صفحہ ۲۳۹)

.... ابو بصیر، ابو عبداللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا کہ جب مومن کی میت اس کے گھر سے نکالی جاتی ہے تو فرشتوں کا ازدحام ہو جاتا ہے اور وہ

اس کے ساتھ اس کی قبر تک جاتے ہیں اور جب وہ میت قبر تک پہنچتی ہے تو قبر کی زمین اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور گویا ہوتی ہے کہ واللہ مجھے اس بات سے خوشی ہوتی تھی جب تیرا ایسا کوئی مجھ پر چلتا تھا؛ اب تو دیکھے گی کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں: پھر وہ اس میت کے لیے حدّ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے۔ اور قبر کے دونوں فرشتے جو قبر پر مقرر ہیں اور منکر اور نکیر کہلاتے ہیں داخل ہوتے ہیں۔ یہ دونوں اس میت میں حقو یہ (دونوں کولہوں) تک روح ڈال کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: اللہ۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: اسلام۔ پھر دونوں فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ محمد ﷺ۔ پھر وہ (چوتھا) سوال کرتے ہیں کہ تیرا امام کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ فلاں۔ اب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اس وقت آسمان سے ایک منادی کرنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا؛ اس کی قبر میں جنت کے فرش بچھا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کے لباس سے آراستہ کرو.........

کتنی "عظیم الشان" ہے یہ روایت جو بیان کرتی ہے کہ قبر میں دفن ہوتے ہی ہر مردہ زندہ ہو جاتا ہے! بیٹھ جاتا، سنتا اور سمجھتا ہے؛ سوالوں کا جواب دیتا ہے! اس کے مقابلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث لائے ہیں کہ مردے کا جسم سڑ گل جاتا ہے، صرف قیامت کے دن دوبارہ بنایا جائے گا اور پھر بارگاہ الٰہی میں اس دنیاوی جسم کے ساتھ حساب وکتاب کے لیے پیش کیا جائے گا؛ اس سے پہلے نہیں:

بَابُ قَوْلِهٖ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا زُمَرًا حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَ عْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ اِلَّا يَبْلٰی اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (صحیح بخاری: کتاب التفسیر، جلد۲، صفحہ ۷۳۵)

باب: (اللہ کا فرمان کہ "جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تم لوگ فوج در فوج آؤ گے":)

......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا چالیس مہینوں کا وقفہ؟ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے پھر کہا کہ کیا چالیس سال کا وقفہ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا لیکن اس بات کو (رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اگ پڑیں گے جیسے سبزہ اگتا ہے انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو

برباد نہ ہوجائے سوائے ایک ہڈی ''عجب الذنب'' کے اور اسی سے جسم انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔

اب رہا عرضِ اعمال کا مسئلہ، تو رسول اللہ ﷺ پر درود کے پیش کیے جانے کا قائل گروہ اپنی حمایت میں اپنی اوپر گزری ہوئی دلیل کے علاوہ ایک اور دلیل لاکر کہتا ہے کہ درود ہی نہیں بلکہ صلوٰۃ کے اندر تشہد میں پڑھا جانے والا سلام ہو یا اس سے باہر کا، نبی ﷺ تک براہ راست پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو سلام کی تلاش میں گردش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کوئی سلام کا عمل ملتا ہے نبی ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں؛ اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ مقام کی، اور دلیل اس کی مسند احمد کی یہ روایت ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا وَکِیْعٌ وَّ عَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَا ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانِ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ وَکِیْعٌ اِنَّ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ

(مسند احمد بن حنبل:جلد ۱، صفحہ ۴۴۱/ نسائی، جلد ۱، ص ۱۴۳)

.... زاذان، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (یہ امام احمد کے استاد وکیع کے الفاظ ہیں)

یہ روایت بھی شیعہ زاذان کی اپنے اس مخصوص عقیدے کا اظہار ہے کہ شیعہ ''مومنوں'' کے اعمال نبی ﷺ، علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ ''معصومین'' پر پیش ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہزاروں شاگردوں میں سے زاذان کے علاوہ کوئی ایک بھی اس روایت کو بیان نہیں کرتا! اس طرح سے زاذان ثابت کر دیتا ہے کہ محدثین کا یہ اصول کہ دوسری روایتوں کا صادق اللہجہ راوی بھی اگر کوئی ایسی روایت لائے جو اس کے اپنے مخصوص بدعی عقیدے کی تائید کرنے والی ہو، تو اس کی یہ روایت رد کر دی جائے گی؛ بالکل صحیح ہے:

وَاِنْ رَوٰی مَایُقَوِّیُّ بِدْ عَتَہٗ فَیُرَدُّ عَلَی الْمَذْھَبِ الْمُخْتَارِ (نخبۃ الفکر:صفحہ ۷۳)

''اور ایسا راوی جو حدیث میں اپنے فاسد عقیدے کی تائید میں روایت لائے تو اس کی یہ روایت ردّ کر دی جائے گی اور صحیح مذہب برقرار رکھا جائے گا۔''

اس سے پہلے مردہ جسم میں روح کے لوٹائے جانے اور قبر میں مردے کے زندہ ہوجانے کا بیان اسی زاذان راوی کی کرشمہ کاری تھی۔ اور اسی طرح یہ روایت بھی ہے جو براہ راست سلام کے اعمال پہنچنے کی جگہ اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی ﷺ کی ذات بتاتی ہے اور قرآن اور صحیح حدیثِ بخاری کی کھلی مخالفت کرتی ہے! امام بخاری رحمہ اللہ کی گزری ہوئی تشہد کی روایت نے یہ ثابت کیا ہے کہ سلام کی

دُعا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا نفع زمین اور آسمان کے ہر صالح بندے تک پہنچا دیتا ہے۔ زاذان نے اس طریقہ سے قرآن کریم کا یہ کلیہ بھی ختم کر دیا کہ دنیا والوں اور مرنے والوں کے درمیان قیامت تک کے لیے ایک آڑ ہے اور وہ ان کی دعاؤں سے بے خبر ہیں:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (المومنون: ۱۰۰)

''ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک''

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (الاحقاف: ۵)

''اور وہ ان کی دعاؤں سے غافل ہیں''

یہ روایت یہ بھی کہتی ہے کہ ایک وقت میں لاکھوں اور کروڑوں سلاموں کو سننا اور سمجھنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت نہیں، نبی ﷺ بھی ایسا کرتے ہیں!

کیا حسنِ اتفاق ہے کہ اس سے پہلے گزری ہوئی روایت کی طرح اس روایت کی تائید بھی شریعت جعفریہ کی معتمد علیہ کتاب کافی کلینی کرتی ہے! ملاحظہ فرمایئے:

۞(عَرْضُ الْاَعْمَالِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْاَئِمَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)۞

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، عَنْ اَحْمَدَ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ، عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ عليه السلام قَالَ: تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَعْمَالُ الْعِبَادِ كُلَّ صَبَاحٍ اَبْرَارُهَا وَ فُجَّارُهَا فَاحْذَرُوْهَا، وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَ سَكَتَ

(اصول الکافی للکلینی: کتاب الحجۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹)

(اعمال کا پیش کیا جانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام پر)

.... ابو بصیر کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ عليه السلام (امام جعفر صادق) نے ارشاد فرمایا کہ نبی ﷺ وسلم پر بندوں کے اعمال ہر صبح پیش کیے جاتے ہیں؛ اچھے اعمال بھی اور برے بھی؛ پس محتاط رہو۔ اس کے ثبوت میں امام اللہ تعالیٰ کے اس قول کے شروع کا یہ حصہ پیش فرما کر خاموش ہو گئے:

اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

اس روایت پر حاشیہ لکھنے والے صاحب نے اس خاموشی کی یہ وجہ بتائی کہ سورۃ التوبہ کی اس آیت کے بعد کا فقرہ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اس لیے نہیں پڑھا کہ اس زمانہ میں ائمہ پر اعمال کے پیش کیے جانے کے عقیدے کا اظہار وقت کے تقاضوں کے خلاف تھا۔

دوسری روایت:

عَلِیٌّ، عَنْ اَبِیْہِ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنِ الزَّیَاتِ ،عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنُ اَبَانِ الزَّیَاتِ وَکَان مَکِیْنًا عِنْدَ الرِّضَا علیہ السلام قَالَ : قُلْتُ لِلرِّضَا علیہ السلام : اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ وَلِاَھْلِ بَیْتِیْ فَقَالَ اَوَلَسْتُ اَفْعَلُ؟ وَاللّٰہِ اِنَّ اَعْمَالَکُمْ لَتُعْرَضُ عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ (اصول الکافی للکلینی: کتاب الحجۃ، جلد۱، صفحہ ۲۱۹)

............عبداللہ بن ابان الزّیات جو امام الرضا کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ اللہ سے میرے حق میں اور میرے گھر والوں کے حق میں دعا فرمایئے۔ ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں ایسا نہیں کرتا؟ اللہ کی قسم! تمہارے اعمال مجھ پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔

زاذان نے اس روایت کو لاکر صرف یہی نہیں کیا کہ دعا کا رخ اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی کریم ﷺ کی طرف پھیر دیا، بلکہ آگے بڑھ کر اس نے یہ بھی بتا دیا کہ نبی ﷺ پر اعمال فوراً بغیر کسی تاخیر کے پیش کر دیے جاتے ہیں چاہے اللہ تعالیٰ کے سامنے صرف پیر اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہوں! مسلم کی یہ روایت آپ کے سامنے ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَنَا سُفْیَانٌ عَنْ مُّسْلِمِ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَفَعَہٗ مَرَّۃً قَالَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ یَوْمِ خَمِیْسٍ وَّاثْنَیْنِ فَیَغْفِرُاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ لِکُلِّ اِمْرَاً لَّایُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا اِمْرَاً کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ ارْکُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا ارْکُوْ ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا

(مسلم: کتاب البر والصلۃ، جلد۲، صفحہ ۳۱۷)

......ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو ایک بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اعمال پیش کیے جانے کے دن ہر اس شخص کی مغفرت فرما دیتا ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہرایا ہو سوائے اس شخص کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی رنجش ہو۔ ان دونوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے معاملہ کو موخر کر دو یہاں تک کہ وہ مصالحت کر لیں۔

نبی ﷺ کی حیات قبر میں ثابت کرنے کے لیے ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد کی پہلے بیان کردہ روایتوں کے بعد، ایک روایت اور بھی پیش کی جاتی ہے، جو یوں آئی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنِ یَزِیْدٍ ثَنَا حَیٰوۃٌ ثَنَا اَبُوْ صَخْرٍ اَنَّ یَزِیْدَ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ قُسَیْطٍ اَخْبَرَہٗ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّعَلَیْہِ السَّلَامَ

(مسند احمد بن حنبل: جلد۲، صفحہ ۵۲۷/ و غیرہ)

..........عبداللہ نے اپنے والد احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن یزید سے سنا اورانہوں نے حیاۃ سے سے اورانہوں نے ابوصخر سے کہ عبداللہ بن قسیط نے انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر پہنچائی کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جب بھی کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل میری طرف میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نبی ﷺ اور دوسرے تمام لوگ وفات کے بعد قبر میں زندہ ہیں! جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی ﷺ کی روح کے لوٹائے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ سچ ہے کہ بعض حالات کے زیرِ اثر حافظہ سے بات نکل جایا کرتی ہے اور انسان کو اپنی تضاد بیانی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

دوسری طرف بہت سے ''حضرات'' اس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا کہ کوئی نہ کوئی دنیا میں نبی ﷺ پر سلام نہ پڑھ رہا ہو، اس لیے آپ ﷺ کی روح آپ کے جسم اطہر سے وابستہ رہ کر ایک حیاتِ مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے...... بات یوں بھی نہیں بنتی کیونکہ پھر ''ردّ'' کا لفظ بے معنی قرار پائے گا! آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب دے؟ ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں، لاکھوں انسان نبی ﷺ پر سلام بھیجتے ہیں، ان سب سلاموں کا جواب دینا اللہ کے علاوہ کسی اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک نظر اس روایت کی سند پر بھی ڈال لی جائے تو مناسب ہے۔ اس روایت کا ایک راوی یزید بن عبداللہ قسیط ہے، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

یزید بن عبداللہ بن قسیط:

☆ ابن حبان کہتے ہیں کہ **رُبَّمَا اَخْطَاءَ** (کبھی کبھی خطا کرتا ہے)۔ امام مالک کہتے ہیں: **لَیْسَ هُنَاکَ** قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۱۱، صفحات ۳۴۲- ۳۴۳)

☆ ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں: **کَانَ رَدِیُّ الْحِفْظِ** یعنی وہ ردّی (خراب) حافظے کا مالک تھا۔

(کتاب التاریخ فی مشاہیر التابعین لابن حبان صارم: صفحہ ۱۲۰)

☆ امام رازی لکھتے ہیں کہ میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: **لَیْسَ بِقَوِیّ** مضبوط نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل: جلد ۴، صفحہ ۲۷۴)

☆ ابوحاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال: جلد ۴، صفحہ ۴۳۰)

ابوصخّر حُمید بن زیاد:

یزید بن عبداللہ بن قسیط کے بعد اس کے شاگرد ابوصخر حمید بن زیاد کا حال سنیے:

☆ ابن ابی مریم عن یحییٰ ضعیف و کذاقال النسائی: ابن ابی مریم کہتے ہیں کہ یحییٰ اس کو ضعیف کہتے تھے اور اسی طرح نسائی بھی کہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب: جلد۳، صفحہ ۴۱)
☆ ابن معین نے ضعیف کہا ہے؛ اور اسی طرح ابن عدی نے بھی ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال: جلد۱، صفحہ ۲۱۲)

☆ اور اس کے ساتھ ساتھ اس ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت میں ابوصخر حمید بن زیاد کا تفرّد بھی ہے۔

اب ایسی مجروح روایت پر جو عقیدہ بھی بنایا جائے، بہرحال استوار نہیں ہوسکتا جب کہ اس امر میں اصحاب الحدیث کا اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح تک سے عمل تو ثابت ہوسکتا ہے، عقیدہ نہیں۔ ان روایتوں کے بعد جن کو پہلے امام احمد، پھر ان کے دونوں شاگرد: ابوداؤد اور نسائی لائے ہیں، چھ مشہور کتابوں سے باہر کی ایک روایت لا کر حیات اور سماع پر اصرار کیا جاتا ہے۔ روایت یوں ہے:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مِلْحَانِ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَمْرٍ وحدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی نَائِيًا مِّنْ قَبْرِیْ اُبْلَغْتُهٗ (رَوَاهُ عُقَيْلِیُّ وَقَالَ لَا اَصْلَ لَهٗ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے قریب درود پڑھے تو میں سنتا ہوں اور جو قبر سے دور مجھ پر درود پڑھے، وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ (امام عقیلی نے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ بے اصل ہے۔)

اس روایت میں محمد بن مروان صاحب الکلبی سدی صغیر کا تفرّد ہے اور اس کے متعلق یہ فیصلہ ہے:

محمد بن مروان:

☆ ابن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے۔ جریر نے کہا کذاب ہے۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں ذاہب الحدیث اور متروک الحدیث ہے، اس کی روایات بالکل نہ لکھی جائیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل: جلد۴، صفحہ ۸۶)

☆ ابن نمیر نے کہا کہ محمد بن مروان کسی لائق نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف، غیر ثقہ ہے۔ ابن شعیب الغازی کہتے ہیں کہ ہم سے امام بخاری نے کہا کہ محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی کی حدیث بالکل نہ لکھی جائے۔ صالح بن محمد نے کہا کہ وہ ضعیف تھا اور حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ نسائی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (تاریخ بغداد از خطیب بغدادی: جلد۳، صفحات ۲۹۲-۲۹۳)

☆ جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ضعیف تھا اور وضّاع تھا (روایتیں

گھڑا کرتا تھا)۔ ابو حاتم نے اسے ''ذاھب الحدیث'' اور متروک کہا اور کہا کہ اس کی روایتیں نہ لکھی جائیں۔ ابن عدی نے ضعیف کہا۔ ساجی نے کہا کہ اس کی روایتیں نہ لکھی جائیں۔ عبداللہ بن نمیر نے کہا کہ وہ کذاب تھا۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۹، صفحات ۴۳۶-۴۳۷)

☆ اس کو محدثین نے ترک کر دیا اور بعض نے اس پر کذب کا الزام لگایا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کی حدیثیں بالکل نہ لکھی جائیں۔ (میزان الاعتدال: جلد ۴، صفحات ۳۲-۳۳)

☆ جزرۃ کہتے ہیں کہ وہ حدیث بنایا کرتا تھا۔ (خلاصة تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی: صفحہ ۳۵۸)

اس جرح کے بعد اس روایت کا اثبات حیات فی القبر اور سماعِ موتیٰ کے لیے پیش کیا جانا کچھ مناسب نظر نہیں آتا۔

ان روایتوں کے بعد حیات اور سماعِ موتیٰ کا قائل گروہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیثوں کو استدلال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ان کی پہلی حدیث قلیبِ بدر کی یہ حدیث ہے:

حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَکَرَلَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ نَبِیَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِّنْ اَطْوَآءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُّخْبِثٍ وَّکَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَلَمَّا کَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثِ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَیْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰی وَاَتْبَعَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا مَا نُرٰی یَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَةِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْهِمْ بِاَسْمَآئِهِمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَآئِهِمْ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَّیَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَیُسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللهِ مَاتُکَلِّمَ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ، مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ اَحْیَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰی اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِیْخًا وَّ تَصْغِیْرًا وَّ نِقْمَةً وَّحَسْرَةً وَّ نَدَمًا

(صحیح بخاری: کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۶)

......قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنگ بدر کے دن نبی ﷺ نے چوبیس ۲۴ سرداران قریش کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دیے جانے کا حکم دیا اور وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ آپ ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ ﷺ کسی قوم پر غالب آجاتے تھے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے۔ پس جب بدر کے مقام پر تیسرا دن آیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا اور آپ ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ کس

دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ پیدل روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنی کسی ضرورت کے لیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کنویں کے کنارے کھڑے ہوگئے اور ان مشرکوں کو ان کے اور ان کے باپوں کے نام سے آواز دینے لگے کہ اے فلاں ابن فلاں، اے فلاں ابن فلاں! کیا تم کو یہ بہتر نہیں معلوم ہوتا کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی؟ **حقیقت یہ ہے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچا پایا۔ کیا تم نے بھی وہ وعدہ سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟** ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نبی ﷺ جسد بے روح سے کب خطاب کیا جاتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری بات کے تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ (اس روایت کے راوی؛ انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقتولین کو زندگی بخش دی تا کہ وہ نبی ﷺ کا کلام سُن سکیں، اور نبی ﷺ کی بات ان کے لیے ذلت وخواری، حسرت وندامت کا باعث بنے۔

اس طرح بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں قتادہ رحمہ اللہ کی بات ساتھ لاکر یہ بات بتادی کہ یہ سننا اور سنانا نبی ﷺ کا معجزہ تھا، معمول نہیں ہے۔ اس کے بعد بخاری رحمہ اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لاکر ثابت کرتے ہیں کہ یہاں سماع سے ''علم'' مراد ہے، سننا نہیں:

حَدَّثَنِیْ عُثْمٰنُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَقَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی قَلِیْبِ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ اَنَّهُمُ الْاٰنَ یَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَهُمْ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَنَّهُمُ الْاٰنَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِیْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأَتْ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى حَتّٰى قَرَأَتِ الْاٰیَةَ

(صحیح بخاری:کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۷)

...... ہشام رحمہ اللہ اپنے والد عروۃ بن الزبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ قلیب بدر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ **کیا تم نے (اے کافرو!) اپنے رب کا کیا ہوا وعدہ سچا پایا؟** پھر نبی نے فرمایا کہ اس وقت میں جو کہہ رہا ہوں وہ اس کو سنتے ہیں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے تو صرف یہ کہا تھا کہ ان لوگوں کو اس وقت علم ہوگیا ہے کہ میں جو ان سے کہا کرتا تھا حق تھا۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات کی شہادت میں یہ آیت پڑھی: **اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ** (النمل:۸۰)

یعنی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ان بہروں کو سنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔

بخاری رحمہ اللہ نے قلیبِ بدر کے واقعہ کی مختلف حدیثیں لاکر ثابت کیا کہ اس واقعہ میں سماع سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سننا مراد لیا ہے اور ان کا کہنا یہ تھا کہ قلیبِ بدر کے مقتولین نے اس وقت سنا اور یہ سننا نبی ﷺ کا ایک معجزہ تھا؛ اور عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں سننے سے ''علم'' مراد لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ '' اَسْمَعُ ''

(زیادہ سننے والے) سے مراد ''اَعْلَمُ'' (زیادہ جاننے والے) ہیں اور اس کی تائید انہوں نے قرآن سے کی۔

معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں جو اختلاف ہے وہ خاص قلیبِ بدر کے واقعہ میں ہے، کسی اور کی حیات اور سماع میں نہیں؛ اور عائشہ رضی اللہ عنہا جہاں بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات سے اختلاف کرتی ہیں، اسی قلیب بدر کے واقعہ کا ذکر کرتی ہیں، دوسرے مُردوں کے سننے کے بارے میں نہیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مرنے والوں کی حیات اور سماع کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف ہو کیسے سکتا تھا جب ان کے سامنے وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ان کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف کے بعد سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تھا اور سب نے مان لیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے اور اب وہ اس دنیا میں زندہ نہ ہوں گے:

حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ثنی سُلَيْمٰنُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَاتَ وَاَبُوْبَكْرٍ بِالسُّنَحِ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِىْ بِالْعَالِيَةِ فَقَامَ عُمَرُ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ وَ قَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِىْ نَفْسِىْ اِلَّا ذَاكَ وَ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيُقَطِّعَنَّ اَيْدِىَ رِجَالٍ وَاَرْجُلَهُمْ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَبَّلَهُ فَقَالَ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ طِبْتَ حَيًّا وَّ مَيِّتًا وَّالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَايُذِيْقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ ......

...... قَالَ الزُّهْرِىُّ وَحَدَّثَنِىْ اَبُوْ سَلْمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ خَرَجَ وَ عُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ يَا عُمَرُ فَاَبٰى اَنْ يَّجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُاللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَّايَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِلَى الشّٰكِرِيْنَ ،وَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَتَلَقَّا هَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا يَتْلُوْهَا فَاَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنَّ سَمِعْتُ اَبَابَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَاتُقِلُّنِىْ رِجْلَاىَ حَتّٰى اَهْوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِىَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْمَاتَ

(صحیح بخاری: کتاب المناقب، جلد ۱، صفحہ ۵۱۷ کتاب المغازی جلد ۲، صفحہ ۶۴۰)

...... ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے عروۃ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ابوبکر رضی اللہ عنہ اَلسُّنَحُ کے مقام پر تھے۔ اسمٰعیل راوی کہتے ہیں یعنی عالیہ میں۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم میرے ذہن میں یہی بات آئی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ضرور زندہ کرے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (منافق) لوگوں کے (جو خوشیاں منا رہے تھے) ہاتھ اور پیر ضرور کاٹ ڈالیں گے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر ہٹائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، زندگی اور موت دونوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ رہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا۔ پھر وہ باہر نکل گئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے! اتنی تیزی نہ کر۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بات کرنا شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔

الزہری کہتے ہیں کہ ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ اے عمر بیٹھ جاؤ، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہ بیٹھے۔ اب لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ حمد و ثناء کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سن رکھو کہ تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا اسے معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے، اور جو اللہ کا پجاری تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اسے موت نہیں۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ○ (آل عمران: ۱۴۴)

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر گئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے پیروں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کے رہے گا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوگ اس آیت کے متعلق یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے نازل کر چکا ہے یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی اور تب سارے لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سن کر اس کو لے لیا اور میں ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سننے لگا۔ الزہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتلایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ جس دم میں نے ابوبکر کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا میں گھٹنوں کے بل گر پڑا، اور ایسا بے دم ہوا کہ میرے پاؤں مجھے سہار نہ سکے یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک پڑا، جس وقت مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

بخاری کی اس حدیث پر غور کیجیے اور دیکھیے کہ کتنی باتیں اس سے صاف ہوگئیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ایک موت جو آپ کے لیے مقدر تھی، وہ آ چکی اب دوسری موت کا آپ ﷺ مزہ نہ چکھیں گے، یعنی آپ ﷺ قبر میں زندہ کیے جائیں اور قیامت کے دن پھر موت آئے، یہ اب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ اس دنیا میں پھر زندہ ہو جائیں گے؛ اس کا مکمل ردّ ہو گیا ورنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کہنا کیا مشکل تھا کہ اے عمر! اس طرح بیقرار نہ ہو، تھوڑی دیر کی تو بات ہے، چند گھنٹوں کے بعد قبر میں دفن ہوتے ہی نبی ﷺ پھر زندہ ہو جائیں گے! اور عمر رضی اللہ عنہ بھی اس طرح بیدم ہوکر گر گر نہ پڑتے۔

اس خطبے کے بعد سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کو مان لیا اور اس طرح سب سے پہلا اور سب سے عظیم اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اس ایک مسئلہ پر اس وقت ہوا کہ نبی ﷺ کی میت ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی! تاریخ میں ایسا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کسی اور مسئلہ پر موجود نہیں ہے۔ یہی وہ عظیم مسئلہ ہے جس کو سب سے پہلے مالک کائنات نے عمر رضی اللہ عنہ کی ذات کو شدید ترین آزمائش میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے صاف کر دیا کہ جس کو بھی موت آجائے وہ اس دنیا میں پھر زندہ نہیں ہوسکتا اور اس طرح قیامت تک کے لیے اس ذریعے کو بند کر دیا جو ہمیشہ سے ظلم عظیم کی اصل بنا رہا ہے یعنی مرنے والے مرے نہیں ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاہے قلیب بدر کے موقع پر موجود نہ ہوں مگر یہ پورا واقعہ تو ان کی آنکھوں کے سامنے گذرا تھا؛ انہوں نے تو خود مشاہدہ کیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہوگئے تھے کہ نبی ﷺ بھی وفات پا گئے: نہ اس وقت (تدفین سے پہلے) زندہ ہیں اور نہ تدفین کے بعد قبر میں زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر مردے کے سماع کا عقیدہ رکھتے تھے اور چونکہ سماع کے لیے حیات لازم ہے اس لیے وہ قبر میں حیات کے قائل تھے، انصاف کی بات نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو بخاری رحمہ اللہ نے قلیبِ بدر کی حدیثیں لا کر ثابت کی ہے یعنی قلیبِ بدر کے معاملہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے میں صرف یہ اختلاف ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ قلیبِ بدر کے مشرکوں کے متعلق اَسْمَعُ (زیادہ سننے والے) کہنے سے مراد "علم" ہے۔ یعنی ان مشرکوں نے اب کہ ان پر عذاب کا دور گزر رہا ہے، یقینی طور پر جان لیا؛ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا یہ تھا اَسْمَعُ سے سننا ہی مراد ہے مگر یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا تا کہ مشرکین اور زیادہ ذلیل اور حسرت زدہ ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ معجزہ وہی ہوا کرتا ہے جو معمول نہ ہو۔ سارے مردے قبر میں سنتے ہیں، یہ ان کی مراد نہ تھی۔ بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ رحمہ اللہ کی تشریح لا کر یہی بات اور واضح کر دی اور بتا دیا کہ اَسْمَعُ کے معنی میں ان دو باتوں کے علاوہ کوئی تیسری بات نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ یہی ان کا عقیدہ ہے۔

آخر میں قبر میں حیات و سماع کا قائل گروہ اپنے عقیدے کی تائید میں بخاری کی (قرع النعال)

جوتوں کی چاپ سننے والی حدیث پیش کرتا ہے جو یوں ہے:

باب: اَلْمَيِّتُ يَسْمَعُ خفقَ النِّعَالِ

حَدَّثنَا عَيَّاشٌ حَدَّثنا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثنَا سَعِيْدٌ قَالَ ...... وَقَالَ لِىْ خَلِيْفَةُ : حَدَّثنا ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِىْ قَبْرِهٖ وَتُوُلِّىَ وَذَهَبَ اَصْحَابُهُ – حَتّٰى اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ – اَتَاهُ مَلَكَانِ فَاَقْعَدَاهُ ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ : مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِىْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَيَقُوْلُ : اَشْهَدُ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَيُقَالُ: اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ . قَالَ النَّبِىُّ ﷺ: فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا. وَاَمَّا الْكَافِرُ- اَوِالْمُنَافِقُ- فَيَقُوْلُ : لَااَدْرِىْ ،كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ . فَيُقَالُ: لَادَرَيْتَ وَلَاتَلَيْتَ. ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ اُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَّسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ .

قَوْلِهٖ (بَابٌ :اَلْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ) قَالَ الزَّيْنُ بْنُ الْمُنَيِّرِ :جَرَدَ الْمُصَنِّفُ مَا ضِمَنَهُ هٰذِهِ التَّرْجُمَةِ لَيَجْعَلَهُ اَوَّلَ آدَابِ الدَّفْنِ مِنْ اِلْزَامِ الْوَقَارِ وَاِجْتَنَابِ اللُّفْطِ وَ قَرْعِ الْاَرْضِ بِشِدَّةِ الْوَطِّ عَلَيْهَا كَمَايُلْزَمُ ذٰلِكَ مَعَ الْحَيِّ النَّائِمِ وَكَاَنَّهُ اِقْطَعَ مَاهُوَ مِنْ سِمَاعِ الْآدَمِيِّنَ مِنْ سِمَاعِ مَاهُوَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

(فتح الباری شرح البخاری:جلد٣، صفحات ٢٠٥-٢٠٦)

باب: مردہ جوتیوں کی چاپ سنتا ہے: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب قبر میں رکھ دیا گیا اور اس کا معاملہ اختتام کو پہنچ گیا اور اس کے ساتھی چلے گئے، یہاں تک کہ وہ یقینی طور پر ان (فرشتوں) کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے کہ دو فرشتے آجاتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں؛ اور وہ دونوں اس سے کہتے ہیں کہ تو کیا کہتا تھا اس شخص ﷺ محمد ﷺ کے بارے میں؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ اب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنی جہنم کی بیٹھک کی طرف دیکھ، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جنت کا یہ مقام عطا فرمادیا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن کافر یا منافق کہتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں تو وہی کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے سچی بات نہ جانی اور نہ جاننے والوں کی پیروی کی۔ پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان فولادی ہتھوڑے سے ایسی ضرب لگائی جاتی ہے اور وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کے علاوہ ہر کوئی سنتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی شرح: ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ بخاری کے اس باب (اَلْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ یعنی مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے) باندھنے کے متعلق الزین بن المنیر نے کہا کہ مصنف (بخاری)

کے اس مضمون کے باب باندھنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس طریقہ کو آداب دفن میں اولیت حاصل ہے کہ وقار برقرار رکھا جائے ،شور وشر سے اجتناب کیا جائے اور شدت کے ساتھ پیروں کو زمین پر نہ مارا جائے جیسے کہ ایک زندہ سونے والے کے لیے ہونا چاہیے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ بخاری نے (نبی ﷺ کے الفاظ سے) یہ نکالا ہے کہ آدمیوں سے جیسا کچھ سنا جاتا ہے ویسا ہی فرشتوں سے بھی سنا جاتا ہے (یعنی ان کی جوتوں کی آواز)۔

حدیث کی اس تشریح کو ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی شرح فتح الباری میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ الفاظ حدیث بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ دفن کرنے والے تو دفن کر کے جا چکے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے کہ مردہ، فرشتوں کی جوتوں کی چاپ سنتا ہے (انسانوں کی جوتوں کی نہیں) الفاظ یہ ہیں:

اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی وَذَهَبَ اَصْحَابُهٗ حَتّٰی اِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قَرَعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ

''بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے ان کی جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں''

بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ایسے واضح الفاظ کیسے نہ لاتے جب ان کی لائی ہوئی قلیبِ بدر اور وفات النّبی ﷺ کی حدیثیں اس بات کی کھلی دلیلیں تھیں کہ نہ تو سماعِ موتیٰ کا عقیدہ ہی صحیح ہے اور نہ حیات فی القبر کا؛ سوال و جواب، عذاب ونعیم ، اس قبر کی نہیں بلکہ عالم برزخ کی چیز ہے جو انسان کی اصلی قبر ہے سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے ذریعے انسانیت کے ایمان کا سخت ترین امتحان لیا ہے۔

حدیث کی کتابوں کی ان روایتوں کے بعد قبر میں حیات اور سماع کو ثابت کرنیوالا گروہ اب ائمہ کے اقوال سے دلیل لاتا ہے اور کہتا ہے کہ امام احمد بن حنبل صرف یہی نہیں کہ حیات اور سماع موتیٰ کے اثبات کے لیے روایات لائے ہیں، بلکہ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ ثبوت میں وہ امام احمد کی اپنی کتاب الصلوٰۃ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

''امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

وَالْاِیْمَانُ بِالْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ، وَالْاِیْمَانُ بِمُنْكَرٍ وَّ نَكِیْرٍ وَّ عَذَابِ الْقَبْرِ بِمَلَكِ الْمَوْتِ، یَقْبِضُ الْاَرْوَاحَ ثُمَّ تُرَدُّ فِی الْاَجْسَادِ فِی الْقُبُوْرِ فَیُسْأَلُوْنَ عَنِ الْاِیْمَانِ وَالتَّوْحِیْدِ (كتاب الصلوٰة صفحه ۴۵ طبع قاهرة وطبقات الحنابلة فی ترجمة مسددبن مسرهد)	حوض کوثر ، شفاعت ،منکرنکیر، عذاب قبر،ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(بحوالہ تسکین الصدور مصنفہ ابوالزاہد سرفراز خان صفدر، صفحہ ٦٥)

پھر کہتے ہیں کہ سماع اور حیات فی القبر کے اثبات کی روایتیں ان کے سارے بڑے بڑے شاگرد امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہ سب لائے ہیں؛ صرف ان کے دو شاگردوں، بخاری اور مسلم نے ایسا نہیں کیا اور یوں بھی یہ ایک فروعی مسئلہ ہے، اور بخاری تو یہاں تک گئے ہیں کہ انہوں نے کسی حدیث کو بھی **حدثنی یا اخبرنی احمد بن حنبل** کہہ کر صحیح بخاری میں درج نہیں کیا۔ ایک حدیث جس میں انہوں نے امام احمد کا ذکر کیا ہے، وہ بھی مغازی کی تعداد کے بارے میں ہے لیکن وہاں بھی وہ اپنے اور امام احمد کے درمیان احمد بن الحسن کا واسطہ لائے ہیں اور دوسری معلق روایت جس کو کتاب اللباس میں نبی ﷺ کی انگوٹھی کے بارے میں لا کر یہ کہا ہے کہ **قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَ زَادَنِیْ اَحْمَدُ**، وہ بھی مشکوک ہے کیونکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ احمد، احمد بن حنبل نہیں ہو سکتے کوئی اور احمد ہوں گے کیونکہ مسند احمد میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ یہ حال ہے بخاری کا؛ ان کی بات سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں کسی کے پاس فقہ کے کسی بڑے امام کا کوئی قول یا عمل ہو تو وہ اس کو پیش کرے۔

اس کے جواب میں سماع اور حیات فی القبر کے انکاری علماء کا گروہ کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث کے صاف اور صریح بیان کے بعد ہم کسی کے قول کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے مگر آپ کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا عقیدہ اور مسلک عدمِ سماعِ موتی اور عدمِ حیات فی القبر کا ہے۔ ثبوت یہ ہے:

رَاٰی الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ مَنْ یَّاْتِی الْقُبُوْرَ لِاَهْلِ الصَّلَاحِ فَیُسَلِّمُ وَیُخَاطِبُ وَیَتَکَلَّمُ وَیَقُوْلُ یَااَهْلَ الْقُبُوْرِهَلْ لَّکُمْ مِنْ خَبَرٍ وَّهَلْ عِنْدَکُمْ مِنْ اَثَرٍ اِنِّیْ اٰتَیْتُکُمْ وَنَادَیْتُکُمْ مِنْ شُهُوْرٍ وَّلَیْسَ سُؤَالِیْ اِلَّاالدُّعَاءِ فَهَلْ دَرَیْتُمْ اَمْ غَفَلْتُمْ فَسَمِعَ اَبُوْحَنِیْفَةَ بِقَوْلٍ یُّخَاطِبُهُ بِهِمْ فَقَالَ هَلْ اَجَابُوْالَکَ؟قَالَ لَا فَقَالَ لَهُ سُحْقًا لَّکَ وَتَرِبَتْ یَدَاکَ. کَیْفَ تُکَلِّمَ اَجْسَادًا لَایَسْتَطِیْعُوْنَ جَوَابًا وَّلَایَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَایَسْمَعُوْنَ صَوْتًا وَّقَرَءَ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ

(غرائب فی تحقیق المذاهب و تفهیم المسائل:محمد بشیرالدین، صفحات ۹۱ و ۱۷۲)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آ کر سلام کر کے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے قبر والو! تم کو کچھ خبر بھی ہے اور کیا تم پر اس کا کچھ اثر بھی ہے کہ میں تمہارے پاس مہینوں سے آ رہا ہوں اور تم سے میرا سوال صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دعا کر دو؟ بتاؤ! تمہیں میرے حال کی کچھ خبر بھی ہے یا تم بالکل غافل ہو؟ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ قول سن کر اس سے دریافت کیا کہ کیا قبر والوں نے کچھ جواب دیا؟ وہ بولا نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر کہا کہ تجھ پر پھٹکار! تیرے دونوں ہاتھ گرد آلود ہو جائیں! تو ایسے جسموں سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب ہی دے سکتے ہیں اور نہ وہ

چیز کے مالک ہی ہیں اور نہ آواز ہی سن سکتے ہیں! پھر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:
وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (الفاطر:۲۲) کہ اے نبی! تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں، کچھ نہیں سنا سکتے۔
اور حنفی فقہ کی ساری معتبر کتابوں میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ مردے نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں مثلاً:

وَكَذٰلِكَ الْكَلَامُ وَالدُّخُوْلُ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْكَلَامِ الْاِفْهَامُ وَالْمَوْتُ يُنَافِيْهِ

(ہدایة:جلد ا، صفحه ۴۸۴/شامی: جلد ۳، صفحه ۱۸۰)

یعنی اسی طرح اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تم سے کلام نہ کروں گا یا یوں کہ میں تمہاری ملاقات اور زیارت کو نہ آؤں گا، پھر مر جانے کے بعد اس کی لاش سے اس نے کلام کیا یا قبر کی زیارت کی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس سے روک دیتی ہے۔
ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے:

اِذَا حَلَفَ لَايُكَلِّمُهُ اِقْتَصَرَ عَلَى الْحَيَاةِ فَلَوْ كَلَّمَهُ بَعْدَالْمَوْتِ لَايَحْنَثُ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَمِنْهُ الْاِفْهَامُ وَالْمَوْتُ يُنَافِيْهِ لِاَنَّهُ لَايَسْمَعُ وَلَايَفْهَمُ

(فتح القدیر:جلد۴، صفحه ۱۰۰، سطر ۲)

یعنی اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا تو یہ زندگی کے ساتھ محدود ہے پس اگر بعد موت (لاشہ سے) کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اس لیے کہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس سے روک دیتی ہے کیونکہ میت نہ سن سکتی ہے نہ سمجھ سکتی ہے۔
اسی طرح یہ علم کلام اور فقہ کا اصول ہے کہ

لَا نَزَاعَ اَنَّ الْمَيِّتَ لَايَسْمَعُ

(شرح المقاصد: جلد ۲، صفحه ۴۳/ شرح المواقف: جلد ۴، صفحه ۱۶۳)

''اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ میت قوت سماع سے قطعی محروم ہے''

رہا اس بات کا شکوہ کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل کے ساتھ مناسب رویہ کیوں اختیار نہیں کیا؟ تو ہم اس بات میں اپنے آپ کو معذور پاتے ہیں؛ یہ تو صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذمہ داری ہے اور وہی اس کے لیے جوابدہ ہیں۔ لیکن اس بات کو ہم بہر حال ماننے پر تیار نہیں ہیں کہ سماع اور حیات فی القبر کا مسئلہ فروعی مسئلہ ہے، یہ تو ایسی عظیم، اصلی اور جوہری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اس کے بیان سے بھر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس نے دوسب سے بڑے ولیوں کے درمیان اسی ایک مسئلہ پر اختلاف برپا کروا کے ہمیشہ کے لیے اس پر اجماع کروا دیا ہے کہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات کے بعد نہ تو دنیا میں زندہ ہیں اور نہ قیامت تک زندہ ہو سکیں گے۔ اور یہی وہ ایک بات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو شدید ترین آزمائش میں ڈال کر اپنے اس محبوب بندے کے خیال کو غلط ثابت کر دکھایا جس کی باتوں کی وہ ہمیشہ تائید کیا کرتا تھا۔

اس ساری افہام وتفہیم کے بعد بھی معاملہ ختم نہیں ہوتا اور حیات وسماع کا اقراری گروہ ابن تمیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر اور ابن حجر اور بعد کے سارے بڑے بڑے لوگوں کے اقوال پیش کر کے ان کا جواب مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس شخص کی بات نہ مانی جس نے معتصم کے زمانہ (۲۲۰ ہجری) میں کوڑے کھائے مگر خلقِ قرآن کے معاملہ میں اپنی بات پر جمارہا؛ اب اس شخص کی بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے جس نے اتحادیوں کے مسائل کے سلسلے میں زندگی کا بڑا حصہ زنداں کی نذر کردیا اور آخر کار اسی میں موت سے ہمکنار ہوا؟ اپنی ہر تصنیف میں اس نے ان روایتوں کی توثیق کی ہے جن کو آج مجروح اور منکر قرار دیا جارہا ہے اور پورے زور کے ساتھ اس نے ثابت کیا ہے کہ سماع اور حیات فی القبر کا عقیدہ بالکل صحیح ہے مثال کے طور پر:

وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَآءُ وَالصَّالِحُوْنَ ، وَاِنْ كَانُوْا اَحْيَاءً فِيْ قُبُوْرِهِمْ ،وَاِنَّ قُدِّرَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَ لِلْاَحْيَآءِ وَاِنَّ وَرَدَتْ بِهٖ آثَارٌ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّطْلَبَ مِنْهُمْ ذٰلِكَ ، وَلَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ (التوسل والوسيلة مصنفه ابن تيمية:ص ۱۳۶)

اور اسی طرح (یعنی فرشتوں کی طرح) انبیاء اور صالحین کا معاملہ ہے ۔ ہر چند کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا ہے کہ وہ زندوں کے لیے دعائیں کریں اور اس بات کی تصدیق میں روایتیں بھی آئی ہیں، مگر کسی کے لیے اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ان سے کچھ طلب بھی کرے ۔ اور سلف میں سے کسی ایک نے بھی ان سے کچھ طلب نہیں کیا ۔

فَاَمَّا اِسْتِمَاعُ الْمَيِّتِ لِلْاَصْوَاتِ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَغَيْرِهَا : فَحَقٌّ لٰكِنِ الْمَيِّتُ مَا بَقٰى يُثَابُ بَعْدَ الْمَوْتِ عَلٰى عَمَلٍ يَّعْمَلَهُ هُوَ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ اِسْتِمَاعٍ اَوْ غَيْرِهٖ . وَاِنَّمَا يُنْعَمُ اَوْ يُعَذَّبُ بِمَا كَانَ قَدْ عَمَلُهُ فِيْ حَيَاتِهٖ هُوَ، وَكَذٰلِكَ قَدْ ذَكَرَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ مِنْ اَصْحَابِ اَحْمَدَ وَغَيْرَهُمْ ، وَنَقَلُوْهُ عَنْ اَحْمَدَ، وَذَكَرُوْا فِيْهِ آثَاراً اَنَّ الْمَيِّتَ يَتَاَلَّمُ بِمَا يُفْعَلُ عِنْدَهُ مِنَ الْمَعَاصِيْ فَقَدْ يُقَالُ اَيْضاً:اِنَّهُ يَتَنَعَّمُ بِمَا يَسْمَعُهُ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَذِكْرِ اللّٰهِ (اقتضاء الصراط المستقيم مصنفه ابن تيمية:صفحه ۳۷۹)

پس مردے کا قرآن کی قرأت اور دوسری آوازوں کا سننا تو بالکل حق ہے لیکن مردے کو موت کے بعد اس قرآن کی قرات وغیرہ سننے کا ثواب نہیں ملتا ۔ اس کو تو انعام اور عذاب صرف اس عمل کا ملتا ہے جس کو اس نے خود اپنی زندگی میں کیا تھا ۔ اور اسی طرح امام احمد حنبل کے مسلک اور دوسرے مسلکوں کے علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے اور انہوں نے اس بات کی تائید میں روایتیں بیان کی ہیں کہ مردہ کو تکلیف پہنچتی ہے اگر اس کے پاس گناہ کی باتیں کی جائیں اور اگر وہ قرآن کی قرات سنے یا اس کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے تو خوش ہوتا ہے ۔

وَلَایَدْخُلُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ مَایُرْوِیٰ مِنْ: اَنَّ قَوْمًا سَمِعُوْا رَدُّ السَّلَامِ مِنْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قُبُوْرَ غَیْرِہٖ مِنَ الصَّالِحِیْنَ . وَاَنْ سَعِیْدَ بْنُ الْمُسَیَّبِ کَانَ یَسْمَعُ الْاَذَانَ مِنْ الْقَبْرِ لَیَالِی الْحَرَّۃَ وَنَحْوَذٰلِکَ فَھٰذَا کُلُّہُ حَقٌّ لَّیْسَ مِمَّا نَحْنُ فِیْہِ (ایضاً:صفحہ ۳۷۳)

اس باب میں (کہ سلف میں سے کسی نے قبر کے پاس دعا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے) یہ بات داخل نہیں ہے کہ ایک گروہ نے نبی ﷺ اور دوسرے صالحین کی قبروں سے سلام کا جواب سنا ہے اور یہ کہ سعید بن المسیب ''الحرۃ'' کے واقعہ کی راتوں میں نبی ﷺ کی قبر سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے اور اسی طرح کے دوسرے واقعات بھی ہیں۔تو ہر چند کہ یہ باتیں حق ہیں لیکن یہاں ہم یہ بیان نہیں کررہے ہیں۔

وَاَمَّا سُؤالُ السَّائِلِ ھَلْ یَتَکَلَّمُ الْمَیِّتُ فِیْ قَبْرِہٖ فَجَوَابُہُ اَنَّہُ یَتَکَلَّمُ وَقَدْ یَسْمَعُ اَیْضاً مَنْ کَلَّمَہُ کَمَا ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ اِنَّھُمْ یَسْمَعُوْنَ قَرْعَ نِعَالِھِمْ (فتاویٰ ابن تیمیۃ:جلد۲، صفحہ ۱۸۴ القدیم)

اور سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں کلام بھی کرتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں وہ کلام کرتا ہے اور اسی طرح سنتا بھی ہے جب اس سے کوئی دوسرا کلام کرے۔جیسے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مردے جوتیوں کی چاپ بھی سنتے ہیں۔

وَاسْتَفَاضَتِ الْاٰثَارُ بِمَعْرِفَۃِ الْمَیِّتِ اَھْلِہٖ وَبِاَحْوَالِ اَھْلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ فِی الدُّنْیَا وَاَنْ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْہِ وَجَآءَتِ الْاٰثَارُبِاَنَّہٗ یَرٰی اَیْضًا وَّ بِاَنَّہٗ یَدْرِیْ بِمَا یُفْعَلُ عِنْدَہٗ فَیَسُرُّ بِمَا کَانَ حَسَنًا وَّیَتَأَلَّمُ بِمَاکَانَ قَبِیْحًا (فتاویٰ ابن تیمیۃ :جلد ۴، صفحات ۴۴۶ -۴۴۷)

مشہور اور مستفیض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے احوال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کیے جاتے ہیں۔اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اس کے پاس کیا جاتا ہے اس کو جانتا بھی ہے؛ اگر وہ کاروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اس کو اس سے رنج پہنچتا ہے۔

(بحوالہ سماع الموتیٰ مصنفہ سرفراز صفدر صاحب،صفحہ ۲۸)

ان ساری باتوں کے جواب میں قبر کے اندر زندگی کا انکار کرنے والا علماء کا گروہ کہتا ہے کہ یہ ساری باتیں وہی تو ہیں جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے؛ صرف اس آخری فتویٰ میں دو باتیں نئی ہیں جن کا جواب ضروری ہے: پہلی بات یہ کہ مردہ اپنے زندہ عزیزوں اور دوستوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے اور ان کے اعمال اس پر پیش کیے جاتے ہیں؛ تو اس کے متعلق صرف یہ کہنا ہے کہ اس عقیدے کے لیے آپ ''حضرات'' نے مسند احمد کی ایک ایسی روایت پر اعتماد کیا ہے جس میں مجہول راوی تک موجود ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقُ ثَنَا سُفْیَانُ عَمَّنْ سَمِعَ اَنَساً بْنُ مَالِکٍ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلٰی اَقَارِبِکُمْ وَعَشَائِرِکُمْ مِنَ الْاَمْوَاتِ فَاِنْ کَانَ خَیْرًا اِسْتَبْشِرُوْا لَهُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ قَالُوْا اَللّٰھُمَّ لَاتُمِتْھُمْ حَتّٰی تَھْدِیَھُمْ کَمَا ھَدَیْتَنَا (مسند احمد بن حنبل:جلد۳، صفحات ۱۶۴-۱۶۵)

سفیان نے اس شخص سے روایت کی جس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے اعمال تمہارے وفات شدہ عزیز و اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر وہ اعمال اچھے ہوتے ہیں تو یہ وفات پائے ہوئے لوگ خوش ہوتے ہیں اور اگر ایسے نہیں ہوتے تو دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! انہیں ہدایت عطا کیے بغیر موت سے ہمکنار نہ کرنا؛ جیسے تو نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔

اس روایت کے سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے ارشادات اور اس روایت کی حیثیت دنیا کے سامنے ہے۔ یہ ایسی روایت ہے جس میں یہ تک نہیں بتایا گیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سننے والا کون ہے؟

اس کے بعد اپنی حمایت میں یہ ''حضرات'' تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

وَ ھٰذَا بَابٌ فِیْهِ آثَارٌ کَثِیْرَةٌ عَنِ الصَّحَابَةِ ، وَ کَانَ بَعْضُ الْاَنْصَارِ مِنْ اَقَارِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَمَلٍ اَخْزیٰ بِهِ عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ ، کَانَ یَقُوْلُ ذٰلِکَ بَعْدَ اَنِ اسْتُشْھِدَ عَبْدُ اللّٰهِ (تفسیر ابن کثیر:جلد۳، صفحہ ۴۳۹)

اور اس باب میں (مردوں پر زندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں) صحابہ رضی اللہ عنہم کے بہت سے آثار ہیں مثلاً عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (شہید موتہ / ۸ھ) کے بعض انصاری عزیز دار دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ایسے عمل سے جو مجھے عبداللہ بن رواحہ کے پاس شرمندہ کرے، پناہ مانگتا ہوں۔ اور یہ اس وقت کی دعا ہے جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے۔

ابن تیمیہ کی پیش کردہ مردے کے اپنی زیارت کے لیے آنے والے کو پہچاننے کی اس روایت میں دوسری بات یہ بھی ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس کے لیے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے پاس یہ دلیل ہے:

مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ رَجُلٍ یَّمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الْمُؤْمِنْ کَانَ یَعْرِفُهُ ، فَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ اِلَّا عَرَّفَهُ وَرَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ (کتاب الروح: صفحہ ۱۳ والجامع الصغیر:جلد۲،صفحہ ۱۵۱)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے، جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(بحوالہ سماع الموتیٰ مصنفہ سرفراز صفدر صاحب، صفحہ ۱۹۸)

جواب دینے والے اس روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو دلیل بنایا جاتا ہے تو اہل علم کے معروف طریقے پر اس کی پوری سند کو کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ اور صرف یہ بات کہہ دی جاتی ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے ابن عبدالبر نے اس کی تصحیح کی ہے! اور اصرار کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ ابن عبدالبر تک اس کی پوری سند چاہتے ہو تو ان کی موطا کی شروح ''الاستذکار'' اور ''التمہید'' کو دیکھو درانحالیکہ یہ ایسی شرحیں ہیں جو کوشش کرنے کے بعد بھی دستیاب نہیں ہوتیں......مزید برآں حافظ ابن رجب نے کہا ہے کہ یہ روایت ہر چند کہ ابن عبدالبر اور عبدالحق اشبیلی نے اس کی تصحیح کی ہے، ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے:

وَقِيلَ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبْدِالْبِرِّ: اِنْ عَبْدُالْحَقِّ وَاِنْ قَالَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ اِلَّا اَنَّ الْحَافِظَ ابْنُ رَجَبٍ تَعَقَّبَهٗ وَقَالَ: اِنَّهٗ ضَعِيْفٌ بَلْ مُنْكَرٌ

(روح المعانی مطبوعه مکتبه امدادیه ملتان: جلد ۲۱، صفحه ۵۷)

کہا گیا ہے کہ ابن عبدالبر کی حدیث حالانکہ عبدالحق (اشبیلی) نے اس کی تصحیح کی ہے مگر حافظ ابن رجب نے تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے۔

ایک طرف اس بے سند روایت کا یہ حال ہے اور دوسری طرف اس کی تائید میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب جو روایتیں امام ابن قیم وغیرہ نے پیش کی ہیں، ان کی پوری سند بیان کر دی ہے، حالانکہ ان روایتوں میں ضعفاء، متروکین، لیس بشیءٍ، منکر الحدیث، کذّاب اور وضّاع کی بھرمار ہے!

دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت بیان کرتی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اس مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں جانتا پہچانتا تھا اور سلام کہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے ردّ میں یہ کہتے ہیں کہ لوگ مردہ کو دنیاوی قبر میں ہر وقت ہوشیار اور جاگتا ہوا مانتے ہیں حالانکہ وہ برزخ میں بھی اکثر اوقات سو رہا ہوتا ہے؛ سوال و جواب کے بعد اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ آرام سے سو جا (نَمْ صَالِحًا) اور پھر صرف صبح و شام ہی اسے اپنا جنت کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، ہر وقت وہ بیدار نہیں رہتا:

يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْقَالَ الْمُوْقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ مُحَمَّدٌ جَآءَ نَابِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَاٰمَنَّا وَاَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا بِهٖ

(صحیح بخاری: کتاب الجمعة، جلد ۱، صفحه ۱۲۶)

''تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تجھے اس شخص کے بارے میں کیا علم ہے؟ پس مومن یا (ہشام راوی کو شک ہوا کہ) موقن (یعنی یقین رکھنے والا) کہتا ہے کہ وہ

اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں، وہ کھلی کھلی نشانیاں اور راہ ہدایت لے کر ہمارے پاس آئے ہیں، پس ہم ایمان لائے اور ان کی پکار پر لبیک کہی، ہم نے ان کی پیروی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جاتا ہے کہ آرام سے سو جا، ہم جانتے تھے کہ تو ان پر ایمان لانے والا تھا۔

باب : اَلْمَیِّتُ یُعْرَضُ عَلَیْہِ مَقْعَدَہُ بِالْغُدَاۃِ وَالْعَشِیِّ :حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَامَاتَ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہُ بِالْغُدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ فَیُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (صحیح بخاری:کتاب الجنائز،جلد ا، صفحہ ۱۸۴)

باب: میت پر اس کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے:............ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو اس کا ٹھکانا صبح و شام اس پر پیش کیا جاتا ہے؛ اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت کا ٹھکانا اور اہل دوزخ میں سے ہوتو دوزخ کا ٹھکانا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا وہ آخری مقام، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو جلائے (اور تو اس میں داخل ہو)۔

اس کے بعد یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر جا کر جو دعا بتائی ہے،اس میں خطاب کا صیغہ ''یا'' ہی تو ہے:اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ...... اگر قبر والے زندہ نہیں ہیں اور دنیا والوں کا سلام نہیں سن سکتے تو یہ صیغہ کیوں استعمال کرنے کا حکم دیا گیا؟ پھر اس بات کی تائید ابن کثیر کی اس عبارت سے کی جاتی ہے:

وَ قَدْ شُرِعَ السَّلَامُ عَلَی الْمَوْتٰی، وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّمْ یُشْعِرُ وَ لَا یَعْلَمُ بِالْمُسَلِّمِ مُحَالٌ وَّ قَدْ عَلَّمَ النَّبِیُّ ﷺ اُمَّتَہُ اِذَا رَأَوُا الْقُبُوْرَ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَ مِنْکُمْ وَ الْمُسْتَاْخِرِیْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَ لَکُمُ الْعَافِیَۃَ ، فَھٰذَا السَّلَامُ وَ الْخِطَابُ وَ النِّدَاءُ لِمَوْجُوْدٍ یَسْمَعُ وَ یُخَاطَبُ وَ یَعْقِلُ وَ یُرَدُّ وَ اِنْ لَّمْ یَسْمَعَ الْمُسَلِّمُ الرَّدَّ وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ (تفسیر ابن کثیر:جلد۳، صفحہ ۴۳۹)

اور شرع نے مُردوں پر سلام کا حکم دیا ہے اور اس کو سلام کرنا جس کو شعور نہ ہو، اور جو سلام کرنے والے کو نہ پہچانے؛ ایسا حکم محال ہے۔ اور نبی ﷺ نے امت کو سکھایا ہے کہ جب وہ قبروں کو دیکھیں تو یہ کہیں:

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَ مِنْکُمْ وَ الْمُسْتَاْخِرِیْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَ لَکُمُ الْعَافِیَۃَ

''تم پر سلام ہو اے ان گھروں کے رہنے والے مومنو! ہم بھی تم سے آ کر ملنے والے ہیں، انشاء اللہ۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو تم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو ہمارے بعد آنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت طلب کرتے ہیں''

پس یہ سلام، خطاب اور ندا ہے اور اس موجود اور حاضر کے لیے ہے جو سنتا ہے اور جس کو مخاطب کیا جا سکتا ہے، جو سمجھتا ہے اور جواب دے سکتا ہے، ہر چند کہ سلام کرنے والا اس جواب کو نہ سنے۔

اس بات کا جواب دوسری طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں ''یا'' حاضر کے خطاب کے لیے نہیں بلکہ دعا کے لیے ہے جیسے ہم ہر صلوٰۃ میں تشہد پڑھتے ہیں اور **''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ''** کہتے ہیں؛ یہ بھی تو خطاب کا صیغہ ہے، مگر اس سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میں نبی ﷺ سے مخاطب ہوں۔ ہر ایک جانتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کے حق میں اللہ کی بارگاہ میں ایک دعا ہے اور اس کا نفع اللہ کے پاس سے پہنچ کے رہتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

ان سارے دلائل کے سننے کے بعد سماع اور قبر میں حیات کا ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ انکاری گروہ کا معاملہ بھی عجیب ہے! ایک طرف یہ ''حضرات'' ان لوگوں کی جرح وتعدیل کی کتابوں کو اپنی حمایت میں بھی لاتے ہیں اور دوسری طرف ان کے عقائد کو غلط بھی کہتے ہیں! اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیاں گزر گئیں کہ ''دنیائے اسلام'' کی اکثریت مرنے والوں کو قبر میں زندہ اور سماع کا مالک مانتی چلی آئی ہے؛ بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہوا اور کیوں علماء نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی؟......اور آخر ابن کثیر کی تفسیر اور ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری جیسی رُکن دُو کتابوں نے قرآن اور حدیث کی خدمت کی ہے؟ اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دوسرا گروہ جواب یوں دیتا ہے کہ جن جرح وتعدیل کی کتابوں کے حوالے پیش کیے گئے ہیں وہ ان ''حضرات'' کی اپنی کتابیں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سلف کی کتابوں کا، جو کمیاب اور طویل تھیں، صرف اختصار پیش کیا ہے اور بس؛ باقی جہاں وہ قُلْتُ (میں کہتا ہوں) کہہ کر عبارت لاتے ہیں، وہ سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے یا ختم کرنے اور اپنے عقیدے کی حفاظت ہی کے لیے ہوتی ہے!

رہی یہ بات کہ صدیاں گزر گئیں اور لوگوں نے ان غلط عقائد کے خلاف آواز کیوں نہ اٹھائی؟ تو حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ایسا ضرور موجود رہا ہے جس نے ان مُنکَر روایتوں اور ان روایتوں کے بھروسے پر عقیدے کی عمارت تعمیر کرنے والوں پر تنقید کی ہے مگر ان کی آوازیں ہوا میں بکھر گئیں اور نبی ﷺ کے ساتھ محبت کے غلوّ اور دوسرے صاحبان کی بے پناہ شہرت کے زیر اثر ان کے ساتھ عقیدت مندی نے ایک نہ چلنے دی؛ بے اصل روایتوں کی تائید میں قرآن کریم کی محکم آیات کی تاویلیں کی گئیں؛ اور متشابہات کو اپنی حمایت میں لا ڈالا گیا! اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ابن کثیر کی تفسیر

اور ابن حجر عسقلانی کی شرح نے وہ ''کام'' کیا جو کسی سے بن نہ پڑا؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کاش قرآن اور حدیث کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہوتا!

آخر میں قبر میں حیات اور عرضِ اعمال پر مصر گروہ ایک انتہائی جرات مندانہ قدم اٹھاتا ہے اور ابن تیمیہ کا فیصلہ لا کر ثابت کرتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ صحیح نہیں تھا! صحیح عقیدے کے مالک تو امام احمد بن حنبل ہی تھے جو سماع اور حیات فی القبر کا اثبات کرتے ہیں اور دلیل میں ابن تیمیہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّۃَ ؒ فِیْ کِتَابِ الْاِنْتِصَارِ لِلْاِمَامِ اَحْمَدُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاِنْکَارُ عَائِشَۃَ ؓ سَمَاعِ اَھْلِ الْقَلِیْبِ الْکُفَّارِ مَعْذُوْرَۃٌ فِیْہِ لِعَدَمِ بُلُوْغِھَا النَّصُ وَغَیْرُھَا لَایَکُوْنُ مَعْذُوْرًا مِّثْلَھَا لِاَنَّ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ صَارَتْ مَعْلُوْمَۃً مِّنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَۃِ اِنْتَھٰی (المنحۃ الوھیبۃ مصنفہ علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی:صفحہ ۱۳)	امام ابن تیمیہ ؒ نے امام احمدؒ کی نصرت میں جو کتاب لکھی ہے (جس کا نام الانتصار للامام احمدؒ ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے قلیب بدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا ہے، وہ اس میں معذور ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین کی طرح معلوم ہو گیا ہے۔

(بحوالہ سماع الموتیٰ مصنفہ سرفراز صفدر صاحب، صفحہ ۲۲۴)

اس بات کے جواب میں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ابن تیمیہ کی یہ عبارت کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضروریاتِ دین تک سے ناواقف اور عقیدے کی خرابی میں مبتلا تھیں کیونکہ وہ سماع اور حیات فی القبر کا انکار کرتی تھیں، اور امام احمد بن حنبل کا عقیدہ صحیح تھا جو سماع اور حیات فی القبر کے اقراری تھے، ایک ایسی جسارت ہے جس کے تصور کی بھی ہم اپنے اندر سکت نہیں پاتے، جواب کیا دیں گے! اس کا جواب تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، ہمارے لیے تو توحیدِ خالص ہی بس ہے اور اس کے اثبات کے لیے قرآن کریم اور صحیح احادیث کافی ہیں۔ اسی توحیدِ خالص کے ذریعے اس ملت کی اصلاح بھی ممکن ہے اور ساری دنیا کی بھی؛ اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں۔ اس لیے ہمارا اعلان ہے کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ہم عقیدہ ہیں۔ رہا کسی اور کا معاملہ تو...... **فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں ہے**

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ: کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟ اور کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقوشِ قدم کی رہنمائی میں، باطل کو مٹا کر، حق کے قیام کے لیے ہمارے ہمسفر بنیں؟